مین ہی پنڈت مذکور نے وید و قرآن کا مقابلہ کرکے قرآن مجید پر وید کو ترجیح دی تھی، مولانائے موصوف نے اس رسالہ مین پنڈت موصوف کے دلائل کا رد کیا ہی، اور قرآن مجید کو وید پر ترجیح دی ہی، مولانائے موصوف مناظرات کے استاذ ہین، اور اس رسالہ کو بھی اپنے دلآویز مناظرانہ رنگ مین تالیف کیا ہی، یہ کتاب کا حصہ اول ہے، جو ۴۴ صفحون مین آیا ہی، جو ۱۲ر مین مل سکتا ہی، یہ تمام رسالے دفتر اہلحدیث امرتسر کے پتہ پر ملین گے،

چینی اور جاپانی افسانے، مرتبہ مولوی عبد القادر صاحب سروری، ایم اے ال ال بی

ناشر مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدر آباد، ۱۱۰ صفحے، تقطیع چھوٹی قیمت ۹ر

مکتبہ ابراہیمیہ کے زیر اہتمام "دنیا کے شاہکار افسانے" کا جو سلسلہ شایع ہو رہا ہی، اس کا یہ ساتوان حصہ ہی، اسکو مولوی عبد القادر صاحب سروری نے جناب محمد افتخار الدین اور میر خواجہ معین الدین صاحبان کی اعانت سے مرتب کیا ہے، اسمین چین اور جاپان کے چند مختصر افسانون کا ترجمہ ہی، مرتب کا بیان ہی کہ بہترین قصون کے انتخاب کی کوشش کیگئی ہی، لیکن نہین معلوم کہ یہ افسانے براہ راست ان زبانون سے لئے گئے ہین، یا انگریزی سے ترجمہ ہین،

ضحاک، مترجمہ جناب اختر شیرانی، ناشر پنجاب اردو اکاڈمی لاہور، ۸۲ صفحے تقطیع چھوٹی قیمت عہ

جناب اختر شیرانی نے کسی دوسری زبان سے اسکو اردو مین منتقل کیا ہی، اسمین ضحاک کے افسانے کو ڈرامے کی شکل مین مرتب کیا گیا ہی، مترجم نے کوئی دیباچہ منسلک نہین کیا جس سے معلوم ہوتا کہ مصنف کتاب جناب سامنی مبسوط رسالہ ن مین لکھا ہی عجب کیا کہ یہ فارسی زبان کا افسانہ ہو، کیونکہ مقدمہ مین شاہنامہ کی تاریخی حیثیت کو درمیان سے کتبر بنانے کے بعد افسانۂ ضحاک کو اپنے نظریہ سے تاریخی استناد دینے کی کوشش کرنا، اس کے عجمیت کو ظاہر کر رہا ہی، تاریخ و افسانہ دو جدا گانہ چیزین ہین، اس لئے کسی ڈرامے کے مقدمہ مین کسی افسانہ کی تاریخی حیثیت پر بحث ایک غیر متعلق سی بات ہی، الا یہ کہ مترجم کو اپنے تعلیق مین مصنف کے دعوی کی تصدیق کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا چاہئے تھا، ترجمہ نہایت سلیس و شستہ ہی، جناب اختر شیرانی ادب لطیف کے طرز پر لکھنے کے عادی ہین اور یہی طرز تحریر اسمین بھی نمایان ہی،

"ر"

جلد بست و ہفتم ۲۷ | ماہ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ ؁۱۳۵۰ھ مطابق ماہ جون ۱۹۳۱ء | عدد ۶

مضامین

شذرات

ہر علم و فن اور شعبہ کے مشاہیر اسلام کی سب سے مفصل اور مہتم بالشان کتاب خطیب بغدادی المتوفی سنہ ۴۶۳ھ کی تاریخ بغداد ہے، لیکن اول تو اس کا نسخہ بہت کمیاب، اور دوسرے کسی کتبخانہ مین اوسکی پوری جلدین بہت کم ملتی تھین، اہل علم اس کے دیدار کے ہمیشہ مشتاق اور رطالب رہتے تھے، اب یہ خبر کسقدر خوشی اور مسرت کیساتھ سُنی جائیگی کہ مصر کے ایک مطبع نے پوری کتاب بہم پہنچا کر بڑے اہتمام سے اوسکی اشاعت کا اعلان کیا ہے، پوری کتاب چار ہزار آٹھ سو صفحون مین تمام ہوگی، اور بارہ جلدون مین منقسم ہوگی، اسوقت تک اسکی دو تین جلدین نکل چکی ہین، اور ارادہ کیا گیا ہے کہ ہر مہینہ مین اوسکی ایک ایک جلد مطبع سے نکلتی رہے، اوسکی ہر جلد کی قیمت ع۱۲/ ہوگی، مطبع نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ جو صاحب ابھی اپنا پورا زرِ چندہ پیشگی ادا کرین اُن کو ع۲ مین پوری کتاب مل جائیگی، ہندوستان مین اس کے ایجنٹ ابنائے شرف الدین کتب فروش، بھنڈی بازار، بمبئی ہین، شائقین ان کے ذریعہ اپنی فرمایش بھیج سکتے ہین،

انگلستان مین امسال ایرانی مصنوعات کی جو عظیم الشان نمایش ہوئی تھی اس سے ایرانی مصلی کے اوف، اور اسلامی تمدن کی حیرت انگیز مثالین دنیا کے سامنے آئین، صرف ایک قالین باقی کو لیجئے تو اسپر انگریزی مین اتاب نہ مین متعدد کتابین لکھی اور چھاپی گئی ہین، پرشیا نام ایک اور کتاب انگریزی مین لکھی گئی ہے جسمین قبل از اسلام عہد سے لیکر آج تک کے ایرانی فن کی تاریخی پیمایش کیگئی ہے، حسب ذیل کتابین ایران سے متعلق حال مین چھپی ہین،

۱۔ دی پرشنس (اہل ایران) از سر ڈینی سن راس،

۲۔ پینٹنگ ان اسلام (اسلام مین نقش و تصویر) از سر تھامس آرنلڈ

۳۔ ببلوگرفی آف پرشیا (تصنیفات متعلقہ ایران) از سر آرنلڈ ٹی ولسن،

۴۔ دی پرشین گلف (خلیج فارس) شروع سے بارہوین صدی عیسوی تک کی ایران کی مختصر تاریخ، از [illegible]

۵۔ پرشین لٹریچر (ایرانی ادبیات) از لیوبن ریی،

یہ تمام کتابین لیوزک کمپنی، گریٹ رسل اسٹریٹ لندن سے ملینگی،

اس سلسلہ مین ایک قدیم قلمی مصور شاہنامۂ فردوسی کی عکسی اشاعت ہے، یہ بڑی تقطیع پر نہایت عم[illegible] پرانے نستعلیق نسخہ کا عکس لیکر چھپ رہا ہے، اُس کے شروع مین ۹۱ صفحون کا مقدمہ ہوگا جسمین اس نسخہ کی تاریخ شاہنامہ اور اُس کے مصنف پر مباحث، شاہنامہ کے دیباچہ پر تبصرہ اور افسانون کی تلخیص ہوگی، اصل نسخہ ر[illegible] ایشیاٹک سوسائٹی کی ملکیت ہے، اسمین ۲۴ مرقعے بھی شامل ہونگے، اکسفورڈ یونیورسٹی پریس مین زیر طبع [illegible]

ہماری زبان مین قرآن پاک کی قرأت اور اُس کے فنی اصول پر ا[illegible] اور مجمل کتاب نہین لکھی گئی تھی، جناب قاری ابو محمد محی الاسلام صاحب پانی پتی ہم سب کے شکریہ کے [illegible] سبعہ قرأ[illegible] کے نام سے اُردو مین ایک نہایت بسیط و مستند کتاب اس فن مین [illegible] اور چھپوائی ہے، شروع [illegible] ایک تمہی[illegible] منو جا[illegible] ن قرآن پاک کے اثر، قرأت کے تعلیمی مرکزون اور اس کے مستند شیوخ کے تاریخی حالات ہین، پھر ایک [illegible] ہی جسمین قرأت کے امور متعلقہ پر کافی بحث ہے، اور قرأت کے ائمہ اور مشہور رُواۃ، اور صاحب تصانیف بزرگون کے مختصر حالات اور بارہوین صدی ہجری تک کی اس فن کی تصنیفات پر تبصرہ ہے، پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے، جس کے ۲۰ بابون بسم اللہ سے لیکر آخر تک کے تمام مسائل پر محققانہ مباحث ہین، ابھی صرف ایک جلد چھپی ہے، دوسری کا انتظار ہے، مطبوعہ جلد کے غیر مجلد نسخہ کی قیمت ع۱۲ ہے، مجلد کی للعہ اور قسم خاص کی عہ ہے، مصنف سے پانی پت ضلع کرنال محلہ انصار سے ملیگی، ہمکو شائقین سے امید ہے کہ وہ مصنف کی حوصلہ افزائی کرکے دوسری جلد کی جلد اشاعت کا سامان بہم پہنچائینگے،

کالی کٹ (ملیبار) سے ایک اسلامی رسالہ "یوددوکم" نام ملیباری زبان مین چھپتا تھا، جسمین معارف کے مضامین کے ترجمے اکثر شائع ہوا کرتے تھے، اب اسکا ادارہ کالی کٹ سے جنوبی ملیبار کے شہر تلی کل کو منتقل ہو گیا ہی، لیکن مالی دقتون کے سبب سے بالفعل اسکی اشاعت رُک گئی ہی، مگر اوسی دفتر سے نسارالاسلام نام رسالہ نکلتا ہی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مسلمانانِ ملیبار کے حق مین مفید و بابرکت گردانے،

شام کے مشہور مسلمان اہل قلم امیر شکیب ارسلان نے فرانسیسی زبان مین "لاناسیون عرب" (تمدنِ عرب) کے نام سے ایک اسلامی رسالہ نکالنا شروع کیا ہے، جسمین عربون کے علوم و فنون و تمدن پر دلچسپ مضمون چھپتے ہین، رسالہ مذکور نے ابھی حال مین اٹلی کے ان مظالم کی فہرست شائع کی ہی، جو وہ طرابلس الغرب کے مسلمانون پر کر رہی ہے، آج یورپ کو اپنے عدل و انصاف اور اخلاق و تمدن پر بڑا ناز ہے، لیکن اگر اسکے ایک ایک ملک کے ان مظالم کی تاریخ لکھی جائے جو وہ اپنے مفتوح ملک پر کرتا رہا ہے اور کر رہا ہی تو شاید چنگیز و ہلاکو کے کارنامے بھی اُس کے آگے گرد ہو جائین، یورپ کی اصلی تاریخ وہ نہ ہوگی جو آج لکھی جا رہی ہی، بلکہ وہ ہوگی جو کل لکھی جائیگی، فرانس، تونس، اور الجیریا مین اور اٹلی طرابلس مین سالہا سال سے جس خونریزی کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہین اور جس آزادی کو اپنے لیے اسقدر عزیز رکھتے ہین اوسکو دوسری قومون سے چھیننے کے لیے جس شرمناک طریقون کو کام مین لاتے ہین وہ عیسائیت کا نہین انسانیت کا ننگ و عار ہے، اور ہم ہین کہ ابھی تک یورپ یورپ کی آواز لگا رہے ہین،

ہمارے ایک فاضل دوست مولانا یعقوب بخش راغب بدایونی، جنکو اپنے بزرگون سے ترکہ مین بہت سی نایاب کتابین ہاتھ آئی ہین انہین عربی ریاضیات کا ایک نایاب مجموعہ بھی ہی اسکو اردو اور انگریزی ترجمون کے ساتھ وہ شایع کرنا چاہتے ہین، یہ رسالے مشہور مسلمان فلاسفر قطب الدین شیرازی کے ہاتھ کے لکھے اور مشہور مسلمان ریاضی دان محقق طوسی کے تصحیح کئے ہوئے ہین، اہل علم ان رسائل کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے ہین، ان رسائل کی فہرست حسب ذیل ہی،

۱- ایسقلاؤس کا رسالہ "مطالع" جو ۶۶۲ھ کا لکھا ہوا ہے،
۲- اقلیدس کا رسالہ "ظاہرات فلک"،
۳- ثاوذوسیوس کا رسالہ "ایام ولیالی"،
۴- طولوقس کا رسالہ "طلوع و غروب"،
۵- اسطرفس کا رسالہ "جرم نیرین"
۶- ارشمیدس کا رسالہ "ماخوذات"
۷- ثابت بن قرہ کا رسالہ "معروضات"
۸- بنو موسیٰ کا رسالہ "مساحۃ اشکال بسیطہ و کریہ"
۹- محقق طوسی کا رسالہ "علم مثلث"

ان مین سے پہلا رسالہ وہ عکس سے چھپوا رہے ہین، ان رسالون اور اُن کے مصنفون کے نامون سے اندازہ ہوگا کہ ابھی دنیا مین مسلمانون کے علمی کارنامون کے کتنے خزانے گمنامی کے پردے مین چھپے ہوئے ہین،

ہندوستان مین ہر سال شاید لاکھون کی تعداد مین ہر مطبع مین قرآن پاک کے نسخے چھپتے ہین مگر تجارتی کشمکش اور نفع اندوزی کے جذبہ کا برا ہو کہ جس قدر زیادہ قرآن چھپتے جاتے ہین، اوتنے ہی زیادہ غلط اور زیادہ بے پروائی سے چھپتے ہین، مدت سے اسکی ضرورت محسوس کیجا رہی تھی کہ قرآن پاک کا کوئی عمدہ مستند، صحیح اور خوبصورت اڈیشن چھپے، مصر کی حکومت نے پانچ چھ برس ہوئے اپنے سرکاری اہتمام سے اس قسم کے نسخے چھپوائے ہین، سرکار نظام نے بھی چند پارون کا اہتمام کیا، ہندوستان مین انجمن حمایت اسلام لاہور تمام مسلمانون کے شکریہ کی مستحق ہے کہ اس غریب انجمن نے بادشاہون کے کرنے کے جو کام

تھے، ان کا بوجھ خود اٹھالیا، اور ساٹھ ستر ہزار روپیے خرچ کرکے اکثر اہل علم کے مشورہ اور رائے سے قرآن پاک کا ایک سستا لیکن صحیح، عمدہ خوبصورت، اور مستند اڈیشن چھاپنے کا اہتمام کیا اور عمدہ خط کا عکس لیکر اس دیدہ ریزی اور صحت کیساتھ اس کام کو انجام تک پہنچایا کہ اس نے اعلان کیا ہے کہ اسمین ایک زیر زبر کی غلطی نکالنے والے کو بھی فی غلطی ایک اشرفی انعام ملے گا، حسنِ خط، حسنِ صحت اور حسنِ صورت کیساتھ ساتھ ہر قسم کی معنوی خوبیان بھی اسمین جمع کیگئی ہین، ہر حرف اپنی جگہ پر اور ہر اعراب اپنے محل پر ہے، آیتون پر نمبر لگائے گئے ہین، عمدہ کاغذ اور عمدہ جلد کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، حوالے کی سہولت کے لیے متعدد فہرستین دی گئی ہین، قیمت قسم خاص اعلیٰ درجہ کے کاغذ، سنہرے کنارون اور چرمی مخملی جلد کے ساتھ ۲۵ قسم اول سفید اعلیٰ ولایتی کاغذ پر کپڑے کی نفیس جلد ۵، قسم دوم چکنا دیسی کاغذ کپڑے کی جلد ۳، قرآن ابھی زیر طبع ہے، پیشگی بھیجکر خریدنے والے انجمن مذکور کے اس کام مین امداد کا ثواب بھی حاصل کر سکین گے،

کلکتہ مسلم یوتھ لیگ (نوجوانان اسلام کی انجمن) کا دستور العمل ہمارے پاس بھی آیا ہے، اور اخبارون مین بھی چھپ چکا ہے، اصول و قواعد سب اچھے، مقاصد بہت بلند، لیکن ہم کو نہین معلوم کہ اس قول کے پیچھے عمل کو کہان تک کامیابی ہوئی ہے، نوجوان مسلمانون کے خیال و دماغ مین جو تنظیمی اور تفکد کو کامین نشو و نما پا رہی ہین، وہ کتابِ مستقبل کا نہایت خوش آیند دیباچہ ہین، مگر یہ حقیقت کارکنون سے مخفی نہ ہوگی کہ دنیا قول سے نہین عمل سے بنتی ہے، ایک کارکن شخصیت جو اخلاص اور ایثار کے پورے جذبہ کے ساتھ کام کرے وہ بالآخر پوری جماعت کو فتح کریگی، اور کامیابی کے ساتھ ایک پوری مخلص جماعت اپنی آپ بنالیگی، اگر یہ نہین تو کچھ نہین، آفتاب ہر روز دنیا کو روشن کرتا ہے، مگر ماہ نخشب کا نور کے دن چمک سکا،

کانگریس کی موجودہ تحریک کے زیر اثر مسلمانون مین مختلف نامون سے خدام اور رضا کار اور والنٹیرز کا

قیام ہو رہا ہے، لیکن ہم کو یہ افسوس کے ساتھ نظر آتا ہے کہ ہمارے نوجوانون مین خدمتگذاری، منتظم ضبط و نظم، اور مخلصانہ فداکاری کا جذبہ ابتک پیدا نہ ہوا، ظاہری نمایش، بھڑکدار وردیان، کلابتون، زردوزی، کلاہ انور، کلاہِ پہلوی، کلاہِ افغانی، نشان و علم کا شوق زیادہ ہے، اور خدمت کا جذبہ کم، حالانکہ در اصل سادہ سے سادہ کپڑون مین بہتر سے بہتر خدمت کا ولولہ چاہیے، ہمارے والنٹیر کورون مین سے ہر ایک کو اپنی وردی، اپنی پوشاک، اپنی وضع اور سج دھج اور اپنے نشانات سے انور اور رضا خان اور امان اللہ بننے کا دعویٰ ہوتا ہے، مگر وہ بھولے ہوئے ہین کہ جہان ظاہر ہے، باطن نہین، اور جہان باطن ہے، ظاہر کی احتیاج نہین، عزیزو! روح آراستہ کرو، جسم نہین، باطن سنوارو، ظاہر خود سنور جائیگا، حسنِ معنی پیدا کرو، رنگ و بو نہین، ایمان، ہمت، شجاعت، نظم، اطاعت، محبت، استقلال پیدا کرو، تو دنیا خود تمھارے سامنے تمھاری تعظیم کو جھک جائیگی، اسلام کو اپنی بلندی کے لیے تمھاری سیرت درکار ہے، صورت نہین، تمھاری روح چاہیے تمھاری وردی نہین، نظم و ضبط کا سررشتہ چاہیے، زردوزی اور کلابتون کے سنہرے دھاگے نہین،

ہمارے بہت سے دوستون اور عزیزون کو ہماری یہ گذارش، تلخ معلوم ہوگی لیکن اخلاص کا تقاضا ہے کہ جو دل مین ہے وہ زبان پر آئے، اس سے ان فداکارون کی تحقیر مدنظر نہین جو حقیقی جذبہ سے لبریز ہو کر اپنے آپ کو وقفِ ملک و ملت کر رہے ہین، بلکہ یہ کہنا ہے،

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز.

سفر حجاز

جناب مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کے قلم سے سفر حجاز کی دلکش و روح پرور روداد جو ساتھ ہی اس مقدس سفر کیلئے ہر قسم کی مناسب ہدایتون اور ضروری فقہی مسئلون پر مشتمل ہے، قیمت عہ، "منیجر"

مقالات

حضرت ابوہریرہؓ پر گستاخانہ جرح

(۲)

از مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی رفیق دار المصنفین

ہمارے حق گو ناقد اس دوکوب کا فرضی مقدمہ قائم کرکے جسکی حقیقت واضح ہو چکی آگے چل کر یہ نتیجہ پیدا کرتے ہین کہ ابوہریرہؓ کو شاید یہ مار یاد تھی کہ جب ان سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تم حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بھی ایسے ہی بے باکی سے حدیثین بیان کرتے تھے، تو انھون نے جواب دیا کہ وہ مجھے درے سے پیٹ ڈالتے،،

دیانتدار ناقد نے اس نتیجہ مین بھی اپنی قدیم عادت تدلیس سے کام لیکر اس واقعہ کی صورت بالکل بگاڑ دی، اور بعکس انکار تجاہلی طرح کے بجائے اسے بیباکی کرکے ناظرین کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے، اس تدلیس سے پردہ ہٹانے کیلئے پہلے ایک مختصر سی تمہید سن لینی چاہئے، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلامی قوانین اور شرعی مسائل کی تشریع کا دارمدار زیادہ تر احادیث نبوی پر ہے، اسلئے خلفائے راشدین کے عہد مین جبکہ خلافت الٰہیہ کی تشکیل ہو رہی تھی نئے نئے مسائل اور قوانین کے لئے قدم قدم پر احادیث یعنی رسول اللہ صلعم کی قولی و عملی تصریحات کی ضرورت پیش آتی تھی، اور چونکہ خلفائے راشدینؓ کا فیصلہ اسلامی قانون بنجاتا تھا، اسلئے احادیث کی صحت کی پوری تحقیق اور جانچ کی سخت ضرورت تھی، تاکہ کسی مشتبہ حدیث کی بنیاد پر کوئی قانون نہ بننے پائے، اس خطرہ سے بچنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حدیث کے رد و قبول کیلئے خاص خاص قوانین بنا دیئے تھے اور احادیث بیان کرنیوالون پر خاص خاص پابندیان عائد کر دی تھین، اس موقع پر اسکی تفصیل کی ضرورت نہین ہے، اسلئے ہم یہان صرف چند شہادتون پر اکتفا کرتے ہین،

سرخیل محدثین حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ مین لکھتے ہین:۔

حضرت عمرؓ نے اس خوف سے کہ صحابہؓ رسول اللہ صلعم سے روایت کرنے مین غلطی نہ کرین انکو حکم دیتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلعم سے کم روایت کرین اور تاکہ لوگ حدیث مین مشغول ہو کر حفظ قرآن سے غافل نہ ہو جائین، قرظہ بن کعب بیان کرتے ہین کہ جب عمرؓ نے ہم لوگون کو عراق روانہ کیا تو تھوڑی دور تک خود مشایعت کو نکلے اور کہا تمکو معلوم ہے مین کیون تمھاری مشایعت کر رہا ہون، لوگون نے جواب دیا کہ ہماری عزت افزائی کیلئے فرمایا، ہان اسکے ساتھ یہ غرض بھی ہے کہ تملوگ ایسے لوگون مین جارہے ہو جنکی آواز شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کیطرح قرآن پڑھنے مین گونجتی رہتی ہے تم انکو حدیثون مین نہ پھنسا لینا، قرآن مین آمیزش نہ کرو اور رسول اللہ صلعم سے کم روایت کرو مین تمھارا شریک ہون، چنانچہ جب قرظہ وہان پہنچے اور لوگون نے ان سے کہا کہ حدیث بیان کیجئے تو انھون نے جواب دیا کہ عمرؓ نے ہمکو منع کیا ہے، ابی سلمہ کہتے ہین کہ مین نے ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ عمرؓ کے زمانہ مین بھی اسیطرح حدیثین بیان کرتے تھے، انھون نے جواب دیا کہ اگر مین ایسا کرتا تو وہ مجھے درے سے مارتے، حضرت عمرؓ نے تین شخصون ابن مسعودؓ، ابو درداءؓ اور ابو مسعود انصاری کو قید کر دیا اور کہا کہ تملوگ رسول اللہ صلعم سے حدیثین روایت کرتے ہو، (تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۶و۷)

مذکورۂ بالا اقتباس سے حدیثون کے بارہ مین حضرت عمرؓ کی احتیاط کا اندازہ ہو گیا ہوگا، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ انھون نے مطلق حدیثون کا دروازہ بند کر دیا تھا، نہین وہ احادیث قبول کرتے تھے لیکن تائیدی شہادتون کے بعد،

ایک مرتبہ سقط یعنی صدمہ پہونچا کر کسی عورت کے حمل گرا دینے کا مقدمہ پیش ہوا حضرت عمرؓ کو اس کے متعلق کوئی علم نہ تھا، آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا مغیرہ بن شعبہ نے اس کے متعلق ایک حدیث بیان کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو گواہی لاؤ، چنانچہ محمد بن مسلم نے مغیرہ کے بیان کی تصدیق کی اور حضرت عمرؓ نے اس بیان پر فیصلہ کیا،

(تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۷،)

اسی طرح حضرت عباسؓ کے ایک معاملہ مین ایک حدیث پیش کی گئی تو حضرت عمرؓ نے اسکی تصدیق مین شہادت طلب کی اور جب متعدد انصار نے اسکی تصدیق کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا مین تمکو جھوٹا نہین سمجھتا تھا لیکن اپنے اطمینان کے لئے ثبوت چاہتا تھا (ایضاً)

مشہور واقعہ ہی کہ ایکمرتبہ ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے آپ کسی کام مین مشغول تھے، ابو موسیٰؓ نے تین مرتبہ سلام کیا، لیکن حضرت عمرؓ نے کوئی توجہ نہ کی تیسری مرتبہ کے بعد ابو موسیٰؓ واپس چلے گئے، کام سے فراغت کے بعد حضرت عمرؓ نے انکو بلا بھیجا اور واپس جانے کا سبب پوچھا، انھون نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ تین مرتبہ اجازت مانگنی چاہئے، اگر اس کے بعد بھی نہ ملے تو لوٹ جانا چاہئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسکی شہادت لاؤ ورنہ سزا دونگا، چنانچہ ابو موسیٰؓ نے شہادت پیش کر کے جان بچائی ابی بن کعبؓ انصاری نے اعتراض کیا کہ ابن خطاب رسول اللہ صلعم کے اصحاب کے لئے عذاب نہ بنو، آپ نے جوابدیا، سبحان اللہ مین نے ایک بات سنی تھی، اس کی تصدیق کرانا چاہتا تھا، (یہ واقعہ مسلم کتاب الاستیذان مین کئی طریقون سے مروی ہے)

ان تمام واقعات تفصیلات اور شہادتون کے بعد ابو ہریرہؓ کے اس جواب کا کہ "وہ مجھے درے مارتے" منشا و مقصد خود واضح ہو جاتا ہی کہ حضرت عمرؓ انھین جھوٹا سمجھتے تھے، اس لئے ابو ہریرہؓ ان کی مار سے ڈرتے تھے، یا وہ حضرت عمرؓ کے اصول و قوانین کے خوف سے روایت کرنے مین احتیاط کرتے تھے، کہ وہ ہر حدیث کے لئے شہادت کہان تلاش کرتے پھرتے، بہت سی باتین آنحضرت صلعم نے ان سے ایسے وقت مین فرمائی ہونگی جب کوئی دوسرا موجود نہ رہا ہوگا، اس پر وہ کہان سے شہادت پیش کرتے، اس کے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے کہ ابو ہریرہؓ کا کل وقت آنحضرت صلعم کی خدمت مین بسر ہوتا تھا، اور وہ آپ کے خلوت و جلوت کے انیس تھے، جب تمام صحابہؓ اپنے اپنے کامون مین مصروف رہتے تھے، اسوقت بھی ابو ہریرہؓ خدمت نبویؐ سے علحدہ نہ ہوتے تھے، ایسی صورت مین انھون نے سیکڑون حدیثین عام صحابہؓ کی غیر حاضری مین سنی ہونگی،

اور اگر اس کے بعد بھی حضرت ابو ہریرہؓ کے کذب ہی پر اصرار ہو تو پھر آنحضرت صلعم کے عم محترم حضرت عباسؓ، ابو مسعود بدریؓ، فقیہ العصر ابو موسیٰ اشعریؓ، امام الانصار ابو درداؓ انصاری، حبر الامتہ

ابن مسعودؓ کے متعلق کیا فتویٰ ہی جن سے حضرت عمرؓ نے شہادت طلب کی تھی اور جنہین بعضون کو روایت کرنے کے جرم مین قید کر دیا تھا، واقعہ یہ ہی کہ حضرت عمرؓ کے سخت قوانین کے مقابلہ مین بڑے بڑے صحابہؓ حدیث بیان کرنے مین جھجکتے اور خوف کھاتے تھے، لیکن اس سے نعوذ باللہ ان پر کذب و دروغ کا الزام نہین لگایا جاسکتا،

حضرت عائشہؓ کے بیان مین تدلیس اور عربی دانی کا ثبوت

ہمارے فاضل ناقد اور محقق لغوی نے ابو ہریرہؓ کی تکذیب اور انکی مرویات کی تضعیف مین ابن عمرؓ اور عمرؓ کے علاوہ تیسری مخالفانہ شہادت مین مسلم سے حضرت عائشہؓ کی ایک روایت نقل کی ہی، وہ روایت یہ ہی، عروہ بن زبیر سے روایت ہی، حضرت عائشہؓ نے کہا تم تعجب نہین کرتے ابو ہریرہؓ میرے حجرے کے ایک طرف بیٹھے حدیث بیان کرنے لگے رسول اللہ صلعم سے، مین سن رہی تھی لیکن مین تسبیح پڑھتی تھی، اور قبل اس کے کہ مین ان کو ٹوکون اور انکی تردید کرون، وہ میرے فارغ ہونے سے پہلے ہی چلدیئے، اگر مین انکو پاتی تو انکار و کرتی، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے اس طرح حدیثین بیان نہین کین جسطرح تم بیان کرتے ہو، ولم یکن یسرد الحدیث کسردکم،

ہمارے محترم ناقد نے حسب عادت اس روایت مین بھی تدلیس سے کام لیکر الفاظ کا غلط ترجمہ کر کے حدیث کا مفہوم بالکل بدل دیا، حضرت عائشہؓ انکی احادیث کی تردید نہین، بلکہ انکے انداز بیان اور طرز گفتگو کی تردید کرنا چاہتی تھین، اور نہ صرف انکی بلکہ تمام حاضرین کی،

مذکورۂ بالا روایت مین پہلی تدلیس یہ ہی کہ لپیٹ مین "سرد" کا ترجمہ ہی، جسکی صحت پر اس روایت کے مفہوم و منشا کے سمجھنے کا دار و مدار ہی اڑا گئے، دوسری تدلیس یہ ہی کہ یہان پر "حدیث" کے اصطلاحی معنی نہین بلکہ لغوی معنی "باتین" اور "گفتگو" مراد ہی، کہ یہ اصطلاح عہد صحابہؓ مین موجود نہ تھی، تیسری تدلیس یہ ہی کہ "کم" ضمیر جمع کا ترجمہ "تملوگ" کے بجائے واحد "تم" کر کے مغالطہ دیا گیا ہی، حالانکہ اس مغالطہ سے کچھ حاصل نہین کیونکہ "کم" سے تنہا ابو ہریرہؓ سے خطاب نہین ہوسکتا، کیونکہ اولاً وہ موجود نہ تھے، اس لئے حاضر کی ضمیر انکے لئے استعمال نہین ہوسکتی تھی، دوسرے اگر وہ تنہا مراد ہوتے تو "ک" خطاب ہوتا نہ کہ "کم" اس جملہ کا صحیح ترجمہ یہ ہی کہ رسول اللہ صلعم تملوگون

کیطرح جلدی جلدی اور مسلسل باتین نہ کرتے تھے" جسکا ترجمہ غایت دیانت داری سے یہ کیا گیا ہو کہ "رسول اللہ صلعم نے اسطرح حدیثین نہین بیان کین جس طرح تم بیان کرتے ہو"

اگر ہمارے فاضل ناقد الفاظ سے اس جملہ کا صحیح ترجمہ نہین سمجھ سکتے تھے تو مطالعہ اگر وسیع ہوتا تو شمائل ترمذی اٹھا کر دیکھ لیتے، حضرت عائشہ رض ہی کی روایت سے انکے اس جملہ کا منشا واضح ہو جاتا، وہ حدیث یہ ہی،

عن عائشة رضی اللہ تعالی عنہا قالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسرد کسردکم الحدیث ھکذا ولکن یتکلم بکلام بین فصل یحفظہ من جلس الیہ،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی تھین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگون کی طرح اسطرح مسلسل اور جلدی جلدی گفتگو نہ فرماتے تھے، بلکہ آپ نہایت واضح اور جدا جدا گفتگو فرماتے تھے کہ ہر پاس بیٹھنے والا یاد کر لیتا تھا،

(شمائل ترمذی ص ۱۴، مصر)

اس روایت سے "سرد حدیث" کے معنی پورے طور پر واضح ہو گئے،

اب لغت سے بھی اسکی تصدیق کر لیجیے صاحب بحار الانوار جنکا لغت احادیث کے الفاظ کے معنی اور اسکی تشریح مین مستند ترین لغت مانا جاتا ہو لکھتے ہین کہ لم یکن صلی اللہ علیہ وسلم یسرد الحدیث سرداً کا مطلب یہ ہو کہ آپ پے در پے مسلسل اور جلدی جلدی گفتگو نہ فرماتے تھے یعنی آپکی گفتگو ایسی مسلسل نہ ہوتی تھی کہ ایک بات کے بعد فوراً ہی دوسری بات اسطرح فرماتے کہ اسکے سمجھنے مین التباس ہوتا بلکہ اسطرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ اگر سننے والا اسکو گننا چاہتا تو اسکو گن سکتا تھا، اسی سے "سرد الصوم" ہو یعنی مسلسل بلا ناغہ روزہ رکھنا (بحار الانوار ج ۲ ص ۱۰۰، نولکشوری)

ان دونون شہادتون سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ حضرت عائشہ رض ابوہریرہ رض کی روایت کی تردید نہین کرنا چاہتی تھین بلکہ انکے اور انکے ساتھ اور حاضرین کے انداز گفتگو اور طرز تکلم کی تصحیح فرمانا چاہتی تھین، کہ یہ لوگ جلدی جلدی باتین کرتے تھے جنکو سننے والا اچھی طرح سمجھ نہ سکتا تھا اور نہ پوری طرح محفوظ رکھ سکتا تھا، اور اس تردید کا منشا یہ تھا کہ باتین کرنے والے باتین کرتے وقت آنحضرت صلعم کے طریق گفتگو کا لحاظ رکھا کرین، تاکہ سننے والا ان کو اچھی طرح سمجھ کر محفوظ رکھ سکے،

مضمون کا دوسرا حصہ

یہان تک مضمون نگار کے اس حصہ مضمون کا جواب تھا، جسمین انھون نے ابوہریرہ کی شخصیت یا ذاتیات پر نقد فرمایا تھا، آیندہ سطور مین باقی حصہ کا جائزہ لینا ہی، اس حصہ کو انھون نے مختلف اجزا پر تقسیم کیا ہی، ان مین سب سے اہم حصہ وہ ہی جسمین انھون نے حضرت ابوہریرہ رض کی وہ روایات نقل کی ہین، جن سے ان کے وہم مین ابوہریرہ رض کی تکذیب یا کم از کم انکی مرویات کی تضعیف ہوتی ہی، باقی اجزا مین ابوہریرہ رض کی اسرائیلیات اور آثار قیامت اور پیشین گوئیون کی حدیثین نقل کر کے ان پر تنقید کی ہی،

ناقد علام نے اس حصہ مین بھی اپنی دیانت، حدیث فہمی، عربی دانی، اور دوسرے علمی کمالات کے ایسے ایسے نادر نمونے پیش کیے ہین کہ کوئی ذوق سلیم رکھنے والا داد دیے بغیر نہین رہ سکتا، بیان کی تدلیس، ترجمہ کی غلطی، ادب عربی سے ناواقفیت، تاریخ سے بیخبری غرض انکا کوئی ایسا جوہر نہین ہی جسکو انھون نے بازار نقد مین نہ پیش کیا ہو، فاضل مضمون نگار پہلے یہ دعوی کرتے ہین کہ "ابوہریرہ رض کی کثر روایت نہایت شک و شبہہ کی نظر سے دیکھی جاتی تھی، پھر اس کے ثبوت مین وہ ان کی مشتبہ روایتین نقل کرتے ہین، چنانچہ ارشاد ہوتا ہی؛

(۱) ابوہریرہ رض نے ایکبار یہ حدیث بیان کی قسم ہی کعبہ کے رب کی یہ بات کہ جو کوئی صبح کرے جنابت کی حالت مین تو افطار کرے، مین نے نہین کہی بلکہ محمد صلعم نے کہی" اس پر ابی بکر بن عبد الرحمن نے کہا کہ میرے باپ تو اس روایت سے انکار کرتے ہین اور ہم دونون حضرت عائشہ رض اور ام سلمہ رض کے پاس گئے، اور عبد الرحمن نے ان سے پوچھا تو دونون نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کو حالت جنابت مین صبح ہو جاتی تھی، اور پھر روزہ رکھتے تھے اور جنابت بغیر احتلام کے ہوتی تھی، ابی بکر نے کہا کہ پھر ہم مروان کے پاس گئے، اور عبد الرحمن نے ان سے ذکر کیا، سو مروان نے کہا مین تم کو قسم دیتا ہون کہ تم ابوہریرہ رض کے پاس جاؤ، اور ان کی بات کا جواب دو، پھر ہم ابوہریرہ رض کے پاس آئے اور ابوبکر ان سب باتون مین حاضر تھا، اور ذکر کیا عبد الرحمن نے تو ابوہریرہ رض نے

نے کہا کہ ان دونوں بیویوں نے یہ فرمایا تم سے انھوں نے کہا ہاں، تو انھوں نے کہا بے شک وہ اور لوگوں سے زیادہ جانتی ہیں، پھر ابوہریرہؓ نے اس قول کی نسبت فضل بن عباس سے کی اور کہا کہ میں نے یہ بات فضل سے سنی تھی، اور اقرار کیا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ صلعم سے نہیں سنا،،

ناقد کی پوری نقل کردہ روایت انھیں کی فصیح وصحیح اردو میں ناظرین کے سامنے پیش کردی گئی، اس کو پڑھکر ہر شخص یہی فیصلہ کریگا کہ آخر میں ابوہریرہؓ کا فضل بن عباسؓ کی طرف منسوب کرنا اسی وقت ان کی تکذیب کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے، جب اس روایت کا پہلا حصہ یعنی ابوہریرہؓ کا یہ کہنا صحیح مان لیا جائے کہ "یہ بات میں نے نہیں بلکہ رسول اللہؐ نے کہی"

لیکن ناظرین کو حیرت ہوگی کہ یہ ٹکڑا خالص مدرس ناقد کے دماغ کا اختراع ہے چونکہ انکو اسے ابوہریرہؓ کی تکذیب کی عمارت قائم کرنی تھی، اس لئے انھوں نے سنگ بنیاد کے طور پر اس کو وضع کردیا، مسلم کی روایت میں کہیں اسکا نشان تک نہیں ہے، جس ٹکڑے کا انھوں نے یہ ترجمہ کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں، عن ابی بکر قال سمعت ابوھریرۃ یقص فی قصصہ من ادرکہ الفجر جنبا فلا یصم، یعنی ابوبکر راوی ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو جنابت کی حالت میں صبح ہوجائے وہ روزہ نہ رکھے،،

اس روایت میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے، کہ ابوہریرہؓ اس حکم کے رسول اللہ صلعم سے سننے کے مدعی تھے کہ ان پر یہ الزام عاید ہو سکے کہ پہلے انھوں نے رسول اللہ سے سننے کا دعویٰ کیا، پھر عائشہؓ اور ام سلمہؓ کے انکار پر خود بھی منکر ہوگئے، اور کہدیا کہ میں نے فضل سے سنا تھا، آپ ابوہریرہؓ کو واضع حدیث کہتے ہیں، لیکن ع

چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر؟

واقعہ کی صورت جیسا کہ خود روایت سے ظاہر ہو یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ یہ فتویٰ (حدیث

یا روایت نہیں) فضل بن عباس سے قبول کرکے، اسی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، لیکن جب حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ نے اپنے صحیح علم کی بنا پر اس فتوی کی صحت سے انکار کیا، تو ابوہریرہؓ نے بھی اس سے رجوع کرلیا، اس ٹکڑے کو آپ اڑا گئے کما ہو دالامسلم (فرجع ابوھریرۃ عما کان یقول فی ذالک مسلم ج اول ص ۳۰۴) اس رجعت سے ابوہریرہؓ کی کوئی تکذیب نہیں ہوتی، بلکہ ان کی صداقت ظاہر ہوتی ہے کہ پہلے چونکہ یہ فتویٰ انھوں نے ایک صحابی اور رسول اللہ صلعم کے ابن عم سے سنا تھا اور انکے علم پر انھوں نے اعتبار کیا تھا اس لئے وہ بھی یہی فتویٰ دیتے تھے، لیکن جب ازواج مطہرات نے جنکا بیان اس باب میں فضل سے زیادہ مستند تھا، اسکی تردید کی تو پھر انھوں نے اس سے رجوع کرلیا، اس قسم کا رجوع تو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی کرتے تھے، یہ ہمارے محقق ناقد کی دیانت کی ادنیٰ مثال ہے، ترجمہ کی جو غلطیاں ہیں انھیں میں نے عمداً نظر انداز کردیا ہے، فتویٰ سے رجوع کو روایت سے رجوع سمجھ لینا، اس عہد کے مجدد کی خوش فہمی کی کتنی اچھوتی مثال ہے، جن لوگوں کے علمی لبساط کا یہ عالم ہو زمانہ کی بوالعجبی دیکھو کہ زمانہ بھر کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں

(۲) دوسرے ثبوت میں فرماتے ہیں (زبان کی تہذیب قابل مطالعہ ہے) کہ جب ابوہریرہؓ نے یہ حدیث بیان کی تو عبداللہ بن عمرؓ نے خوب آڑے ہاتھوں لیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص کتا پالیگا بجز ریوڑ کے کتے کے یا شکاری یا کھیت کے اس کے ثواب میں ہر روز گھاٹا ہوگا،، زہری نے کہا ابن عمرؓ سے ذکر ہوا کہ ابوہریرہؓ اپنی روایت میں کھیت کے کتے کو مستثنیٰ کرتے ہیں، تو انھوں نے کہا رحم کرے اللہ ابوہریرہؓ پر البتہ وہ کھیت والے تھے"

معلوم نہیں سخن شناس ناقد اس روایت کے کس جملہ سے ابن عمرؓ کا آڑے ہاتھوں لینا اخذ کرتا ہے، حالانکہ ابن عمرؓ تو ابوہریرہؓ کی روایت کے اضافہ کو قبول کرکے اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ چونکہ ابوہریرہؓ کھیت والے تھے اس لئے کھیت کے کتے پالنے کا حکم انھیں زیادہ معلوم ہوگا، اس کی تصدیق اسطرح ہوئی ہے کہ خود ابن عمرؓ کی روایت میں بھی جنھوں نے آپ کے بقول ابوہریرہؓ کو آڑے ہاتھوں لیا تھا

زراعت کا کتا شامل ہو، عن ابی الحکم قال سمعت ابن عمر یحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اتخذ کلبا الا کلب زرع او غنم او صید ینقص من اجرہ کل یوم قیراط (مسلم ج اول ص ۶۶۰ مصر) اس کے بارہ مین کیا ارشاد والا ہو، کیا ابن عمرؓ بھی نعوذ باللہ ایسے ہی جھوٹے تھے تو پھر سچا کون تھا؟

(۳) تیسری جگہ فرماتے ہین "ایسا ہی جب ابوہریرہؓ نے یہ حدیث بیان کی "جو شخص کسی جنازہ مین شریک ہوتا ہو، اسکو ایک قیراط کا ثواب ملتا ہو، اور قیراط کا وزن ایک پہاڑ کے برابر ہو" تو ابن عمرؓ نے سنکر کہا ابوہریرہؓ کو حدیث بیان کرنے کی عادت ہو"

ابوہریرہؓ کو تو نہین، لیکن ہمارے اس "عراقی سیاح اور کردستان کے تماشائی" کو ضرور تدلیس اور غلط عربی سمجھنے کی عادت ہو، آپ نے "اکثر علینا" کا ترجمہ "حدیث بنانے کی عادت ہے" کیا، اور کرکے ابوہریرہؓ کے خلاف پیش کر دیا، حالانکہ "اکثر علینا" کا مطلب جیسا کہ سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہو یہ ہو کہ ابوہریرہؓ ہم لوگون کو بہت سے احکام بتاتے ہین، یا انھون نے یہ حدیث بیان کرکے ہمارے لئے بہت زیادہ اجر حاصل کرنے کا موقع بہم پہونچا دیا، یہ بھی واضح رہے کہ اس حدیث پر حضرت عائشہؓ کی مہر تصدیق بھی ثبت ہے، چنانچہ جب ابن عمرؓ کو حضرت عائشہؓ کی تصدیق معلوم ہوئی تو انھون نے افسوس کیا کہ ہم نے اس حکم کی ناواقفیت کی وجہ سے ثواب کے بہت سے قیراط کھو دیئے (مسلم ج اول ص ۳۵۰ مصر)

(۴) اس کے بعد ارشاد ہوتا ہو "حدیث مین ان کی متعدد روایتین ہین، جو مکہ کے زمانہ کے واقعات ہین، ظاہر ہے کہ وہ براہ راست اس کے راوی نہین ہو سکتے، مگر انھون نے کتابات (؟) مین اس شخص کا نام نہین لیا ہو، جس سے انھون نے سنا ہو، اور طرہ یہ کہ اسکو ایجاد بندہ ہی کر دیتے ہین، مثلاً رسول اللہ صلعم کا یہ قول کہ کوئی تم مین سے کھڑا ہو کر پانی نہ پئے "ابوسعید انس نے بیان کیا ہو، اگرچہ ابن عباس نے رسول اللہ صلعم کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا ہو، مگر ابوہریرہؓ نے اپنی روایت

مین کہا اور چند جملے اور بڑھا کر اسکو مضحکہ خیز بنا دیا یعنی انھون نے رسول اللہ صلعم سے یہ بھی روایت کی کہ جو بھولے سے پی لے وہ قے کر ڈالے ظاہر ہے کہ ایسا لغو اور مہمل حکم آنحضرت صلعم کا نہین ہو سکتا"

اس پیچ پیچ اعتراض پر میری گذارش ہو کہ یہ تو محض آپکا قیاسی دعوے ہو کہ ابوہریرہؓ کی متعدد روایتین جو مکہ کے زمانہ کے واقعات ہین، اگر آپ سچے تھے تو آپ نے اس کے ثبوت مین ایک ہی دو واقعے نقل کر دیئے ہوتے، میرا دعویٰ ہو کہ انھون نے براہ راست کوئی اس قسم کی روایت نہین کی، اگر کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی روایت آپ ثبوت مین پیش کرتے ہین تو یہ محتاج دلیل ہو، کہ آپ نے یہ بات قیام مکہ کے زمانہ مین فرمائی تھی، تنہا آپ کے ادعا سے اس کے مکی حکم ہونے کا فیصلہ نہین ہو سکتا، تاریخ اسلام کا مبتدی بھی جانتا ہو کہ آنحضرت صلعم کی مکہ کی ۱۳ سالہ مساعی اکثر توحید کی دعوت اور پند و موعظت تک محدود تھے،

ناقد کا یہ کہنا بھی بے معنی ہے کہ یہ روایت ابوسعید انس سے مروی ہو، اس لئے ابوہریرہؓ نے خواہ مخواہ انھین سے نقل کی ہو، احادیث مین ایک ایک روایت کے معلوم نہین صحابہ مین کتنے کتنے راوی ہوتے ہین، اور سب براہ راست، آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہین، لیکن آج تک کسی نے ان پر یہ اتہام نہین لگایا، کہ وہ ایک دوسرے سے سنکر اپنے سماع کو آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کر دیتے ہین،

قے کر ڈالنے کے ٹکڑے کے اضافہ کا الزام بھی محض معترض کا بے دلیل دعویٰ ہو، اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ ٹکڑا ابوہریرہؓ کا اضافہ ہو، جبکہ خود حضرت انسؓ کی روایت مین ہو کہ "آنحضرت صلعم نے کھڑے ہو کر پانی پینے پر تنبیہ فرمائی ہو" (مسلم ج ۲ ص ۱۸۵) یہ کوئی دلیل نہین کہ آنحضرت صلعم اس قسم کا مہمل حکم نہین دے سکتے تھے، جبکہ یہ مسلم ہو، اس قسم کے احکام نہ واجب ہوتے ہین نہ فرض بلکہ انکی حیثیت "آداب مستحسنہ" کی ہوتی ہو، اسی لئے انکی خلاف ورزی پر کوئی وعید اور سزا نہین ہو، ایسی صورت مین ممانعت کی تاکید

کے لئے اگر یہ کہا گیا تو چاہیے کہ قے کرڈالے، تو اس سے مقصود واقعی قے کرنا نہین ہی، بلکہ محض تاکید ہے اور وہ صرف آپ کے لفظی ادعاء مہمل نہین ہو سکتا،

پھر اس حدیث کی نسبت اکابر محدثین مین خود اختلاف ہی، قاضی عیاض کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے، بعضون کے نزدیک منسوخ ہے، اور اکثر کے نزدیک اس سے مقصود کراہت تنزیہی ہی، قاضی عیاض کہتے ہین لاخلاف بین اھل العلماء ان من شرب ناسیا لیس علیہ ان یتقایاہ (نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۱۷۳ مصر) یعنی اہل علم کا اسمین اختلاف نہین، کہ اگر کوئی بھول کر کھڑے کھڑے پانی پی لے تو اس پر قے کرنا ضروری نہین، امام نووی نے لکھا ہی کہ یہ استحبابی حکم ہی،

ابن عباس کے بیان مین بھی آپ نے تدلیس فرمائی ہی کہ انھون نے آنحضرت صلعم کو کھڑے ہوکر پانی پیتے دیکھا ہی، بیشک انھون نے دیکھا ہی لیکن کون پانی؟ زمزم کا، عن ابن عباس قال سقیت رسول اللہ صلعم من زمزم فشرب قائما یعنی مین نے رسول اللہ صلعم کو زمزم کا پانی پلایا آپ نے کھڑے ہوکر پیا، آپ زمزم کا لفظ بالکل حذف کر گئے، کیونکہ یہ معلوم تھا کہ زمزم کا پانی پینا اس حکم سے مستثنیٰ ہو، اسی طرح وضو کا چھوٹا ہوا پانی بھی مستثنیٰ ہی، یہ بات کہ کھڑے ہوکر پانی پینا حرام مطلق یا گناہ عظیم ہی، صحابہؓ نے خود اسکی تردید کی ہی، (دیکھو موطا امام محمد باب الشرب قائما)

(۵) پھر ارشاد ہوتا ہی "غرضکہ لوگ ابوہریرہؓ کی بے باکی سے اس قدر خائف ہو گئے تھے کہ اگر وہ کوئی معقول بات بھی کہتے تھے تو لوگ اس پر دھیان نہ دیتے تھے، چنانچہ جب انھون نے یہ حدیث بیان کی کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب تم مین سے کسی کا ہمسایہ اسکی دیوار پر لکڑیان رکھنے کی اجازت مانگے، تو اس کو منع نہ کرے" تو لوگون نے اس حدیث کو سنکر اپنا منہ پھیر لیا، ابوہریرہؓ نے یہ دیکھکر کہا کیون کیا ہوا، مین دیکھتا ہون تم اس حدیث سے منہ پھیرتے ہو، خدا کی قسم اس حدیث کو تمھارے مونڈھون پر مارونگا۔"

اصل حدیث یہ ہی لایمنع احدکم جارہ ان یغرز خشبہ فی جدارہ ثم یقول ابوھریرۃ مالی اراکم عنھا معرضین واللہ لارمین بھا بین اکتافکم

ہمارے فاضل "عراقی سیاح" نے پہلی غلطی ترجمہ مین یہ فرمائی کہ "غرز خشب" کا ترجمہ انھون نے لکڑی رکھنا کیا ہی، حالانکہ اسکا ترجمہ کھونٹی گاڑنا ہی، معلوم ہوتا ہی کسی مبتدی نے ان احادیث کا ترجمہ کیا ہی، ورنہ وہ اس فرق کو نظر انداز نہ کرتا،

دوسری تدلیس یہ ہی کہ ترجمہ مین خیانت کرکے اس کو ایسے الفاظ مین پیش کیا ہی، جس سے حدیث کا مفہوم بالکل بدل گیا، حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ "تم مین سے کوئی شخص اپنے پڑوسی کو دیوار مین کھونٹی گاڑنے سے منع نہ کرے"، راوی کا بیان ہی کہ ابوہریرہؓ یہ حکم سنا کر کہتے تھے کہ "مین دیکھتا ہون تم لوگ اس حکم سے اعراض کرتے ہو" جس کو ہمارے ناقد نے ان الفاظ مین بدل دیا ہی، کہ لوگون نے اس حدیث کو سنکر منہ پھیر لیا، حالانکہ "عنھا معرضین"، کا یہ مطلب نہین کہ تم لوگ میری روایت سے اعراض کرتے ہو، بلکہ یہ ہے کہ اس عام حکم پر تم عمل نہین کرتے، اور پڑوسیون کے ساتھ اس لطف و مروت کا برتاؤ نہین کرتے، دونون مین کتنا فرق ہی،

۶۔ پھر ارشاد ہوتا ہی "ان کی نامعقول بات پر لوگ سبحان اللہ پکارتے تھے، چنانچہ جب انھون نے یہ حدیث بیان کی "رسول اللہ نے فرمایا، ایک شخص بیل ہانک رہا تھا، اس پر بوجھ لادے ہوئے، تو بیل نے اس کی طرف دیکھا، اور کہنے لگا مین اس لئے پیدا نہین ہوا مین تو کھیت کے واسطے پیدا ہوا" تو لوگون نے یقین نہ کیا، اور انھون نے سبحان اللہ کہا۔

اس روایت کے نقل مین بھی وہی تدلیس کار فرما ہی، اصل حدیث کا ترجمہ یہ ہے "رسول اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص بیل پر بوجھ لادے ہوئے اس کو ہانک رہا تھا، بیل نے اس شخص سے مخاطب ہوکر کہا مین اس لئے پیدا نہین کیا گیا، بلکہ کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا، لوگون نے یہ واقعہ سنکر استعجاباً

کہا سبحان اللہ بیل بھی بولتا ہی، رسول اللہ صلعم نے ان کے استعجاب پر فرمایا کہ مین اس پر ایمان رکھتا ہون اور ابوبکرؓ و عمرؓ بھی (مسلم ج ۲ فضائل ابوبکرؓ)

کہان یہ سبحان اللہ کہنا اور کہان وہ جو ہمارے ناقد نے بیان کیا ہی، لوگون نے "ابوہریرہؓ کے بیان پر سبحان اللہ نہین کہا تھا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر کہا تھا، آپ نے اس کو ابوہریرہؓ پر ڈھال دیا، اب کیا ارشاد ہی، کیا رسول اللہؐ کی باتون پر بھی لوگ انکاراً سبحان اللہ کہتے تھے، !!

معلوم نہین آپ کو مذکورۂ بالا روایت مین کون سی نامعقول بات نظر آتی ہی، میرا تو بحیثیت مسلمان اس پر ایمان ہی، اگر آنحضرت صلعم شجر و حجر کے کلام کرنے کے متعلق بھی فرماتے تو مین اسکو بھی آمنّا وصدقنا کہتا، لیکن اگر اس کو تلمیح و استعارہ کے معنی مین لے لیا جائے تو اس کی ظاہری نامعقولیت بھی دور ہو جاتی ہی، اس حدیث کا منشا یہ ہی کہ دنیا کی ہر چیز کو اس کے محل پر استعمال کرنا چاہیے، بے محل استعمال کرنے سے اس شے اور اس محل دونون مین خرابی پیدا ہو جاتی ہی، اور اس شے کی تخلیق کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہی، اس سے غالباً آپ بھی متفق ہون گے بے محل استعمال سے نہ صرف مقصد فوت ہو جاتا ہی، بلکہ عجب مضحکہ انگیز صورتین پیش آتی ہین، مثلاً ایک شخص عدالت کی کرسی سے جست لگا کر مسند علم پر بیٹھ جائے، یا وہ دست و بازو جو بغداد و عراق مین ترکون کے خلاف نبرد آزمائی کے لئے موزون ہون مذہبیات کی عقدہ کشائی اور مذہبی مباحث پر خامہ فرسائی مین صرف کرے، تو کیسی دلچسپ اور مضحکہ انگیز صورتین پیش آئینگی اس مثال سے غالباً حدیث کا اصل منشا و مقصد واضح ہو گیا ہوگا، اور اس کی نامعقولیت جاتی رہی ہوگی، قدما کے تمام لٹریچر مین غیر ذوی العقول اور جانورون کی زبان سے جو اخلاقی قصے بیان کئے جاتے ہین، انکی غیر معقولیت کسی عاقل نے کبھی ظاہر نہین کی،

(۷) ساتوین اعتراض مین ہمارا ناقد دست اپنی تاریخی جہالت کا کتنا بڑا ثبوت پیش کرتا ہے، کہتا ہی: "اس دلیری کو دیکھو باوجودیکہ وہ مدینہ مین بہت آخری زمانہ مین رسول اللہ صلعم سے ملے

مگر وہ اس روایت مین باور کرانا چاہتے ہین کہ یہ واقعہ ان کے سامنے گذرا ہی، حالانکہ یہ واقعہ مکہ کا ہی، اور اس وقت کا جبکہ آنحضرت صلعم کفار کے نرغہ مین تھے، پھر دلیری پر دلیری یہ کہ حضرت عمرؓ کے سامنے اپنا ثبوت پیش کرتے ہین،" اس مجہول مبتدا کی خبر اب جا کر نکلتی ہی، ناقد کے الفاظ مین روایت یون ہی "حضرت عمرؓ حسان بن ثابت پر گذرے، وہ مسجد مین شعر پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کی طرف دیکھا، حسان نے کہا مین تو مسجد مین شعر پڑھتا تھا جب مسجد مین تم سے بہتر شخص (رسول اللہ صلعم) موجود تھا، پھر ابوہریرہؓ کی طرف دیکھ کر کہا مین تم کو اللہ کی قسم دیتا ہون تم نے رسول اللہ سے سن لیا ہی آپ فرماتے تھے، میری طرف سے جواب دے، اے حسان، یا اللہ مدد کر ان کی روح القدس سے، ابوہریرہؓ نے کہا ہان مین نے سنا ہی یا اللہ تو جانتا ہی"

سخت حیرت ہوتی ہی کہ جو شخص تاریخ اسلام کے ابجد سے بھی واقف نہین وہ بلند مذہبی مباحث پر قلم اٹھانے کی جرأت کرتا ہی! کہان آنحضرت صلعم کی مکی زندگی اور کہان حسان بن ثابت کی شعر خوانی، غالباً فاضل ناقد کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ حسان بن ثابت مکی نہین بلکہ مدنی اور انصاری تھے، جس وقت آنحضرت صلعم مکہ مین کفار کے نرغہ مین محصور تھے، وہ غالباً مناذرہ کے دربار مین ہونگے، اس وقت حسان بن ثابت اسلام بھی نہین لائے تھے، وہ آپکی جانب سے مدافعت کیا کرتے؟

اگر آپ نے حضرت حسانؓ کے صرف اس جملہ پر غور فرما لیا ہوتا، کہ "مین تو مسجد مین شعر پڑھتا تھا جب مسجد مین تم سے بہتر شخص موجود تھا" تب بھی آپ ایسی لایعنی بات نہ کہتے، ہجرت سے پہلے مکہ مین کونسی مسجد تھی، جس مین حسان شعر پڑھتے تھے، سب سے پہلی مسجد کی بنیاد، آنحضرت صلعم نے ہجرت کے بعد مدینہ کے قریب قبا مین ڈالی، اس کے بعد پھر مدینہ مین تعمیر کی جو مسجد نبوی کہلاتی تھی، حسان کی شعر خوانی کا واقعہ اسی مسجد نبوی کا ہی جسکو آپ مکہ مین بتاتے ہین،

تفو بر تو اے چرخ گردان تفو،

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ حسان بن ثابت دربار نبوی کے شاعر تھے، اور آنحضرت صلعم کی ہجرت مدینہ کے بعد جو مشرکین آپکی ہجو کرتے تھے، یا جو لوگ مفاخرہ کے لئے آتے تھے، حسان انکا جواب دیتے تھے، پنچ انکا سب سے مشہور جواب وہ ہی، جو انھون نے ۹ھ مین بنو تمیم کے رئیس وفد زبرقان بن بدر کے فخریہ جواب مین کہا تھا (دیکھو سیرۃ ابن ہشام وفد تمیم) کیا انسان کے لئے یہ بہتر نہین کہ وہ زبان سے بات نکالنے سے پہلے بات کو تول لے، یہ بھی ذہن نشین رہے کہ احادیث مین "المسجد" کے بلا تصریح ذکر سے مقصود مسجد نبوی ہوتی ہو، خانہ کعبہ یا کوئی اور مسجد نہین،

(۸) ہمارا فاضل ناقد اس اعتراض مین پھر اپنی عربیت اور تدلیس کا ایک اور نمونہ دکھاتا ہی، کہتا ہے "ابوہریرہ غالباً خود اپنے دل مین جانتے تھے کہ ان کی روایت کی کیا وقعت ہی، ورنہ وہ اس طرح کی قسمین روایت بیان کرکے نہ کھاتے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا عراق کا ملک اپنے درم کو روکے گا، اور شام کا ملک اپنے مد اور دینار کو اور مصر کا ملک اپنے اردب کو روکے گا، اور ہو جاؤ گے جیسے تم آگے تھے" ابوہریرہؓ نے آخری الفاظ کو چار بار دہرایا، اور پھر بھی خوف تھا کہ شاید لوگون کو اس پر بھی باور نہ ہو تو فرماتے ہین، اس حدیث پر ابوہریرہؓ کا گوشت دخون گواہی دیتا ہی"

اس حدیث کی تدلیس مین ہمارے ناقد نے کمال ہی کر دیا، آنحضرت صلعم کے جملون کی تکرار کو بلا تامل ابوہریرہؓ کی طرف منسوب کر کے فوراً ان پر فرد جرم عاید کردی، اور ہوشیاری یہ کی کہ حدیث کا پورا ترجمہ نہین دیا، بلکہ آدھا کاٹ چھوڑ دیا، کہ اگر پوری حدیث نقل کرتا، تو ہر شخص پر خود اسکی تدلیس کا پردہ فاش ہو جاتا، پوری حدیث یہ ہی " ابوہریرہؓ روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا عراق نے اپنا درہم اور قفیز روک لیا، شام نے اپنا مد اور دینار روک لیا، مصر نے اپنا اردب اور دینار روک لیا، اور تم لوٹ گئے جس طرح پہلے تھے، تم لوٹ گئے جس طرح پہلے تھے، تم لوٹ گئے جس طرح پہلے تھے" اس حدیث پر ابوہریرہؓ کا گوشت وخون شاہد ہی (مسلم ج ۲ ص ۹۰۹ مصر)

اس حدیث سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جملون کی تکرار ابوہریرہؓ نے نہین کی، بلکہ خود رسول اللہ صلعم نے فرمائی تھی، اور یہ آپکا طریقہ ادا تھا، اگر ناقد نے احادیث کا براہ راست مطالعہ کیا ہو، تو انکی نظر سے بیسیون حدیث اس قسم کی گذری ہونگی جنمین جملون کی تکرار ہی، معلوم ہوتا ہو کہ وہ خطابت کے اس نکتہ سے بے خبر ہی، کہ زور و قوت یانئی اصطلاح مین "فورس" کے مواقع پر تکرار مناسب ہی، اور اسی سے خطابت مین جان پڑتی ہی، اس تکرار سے یہ نتیجہ پیدا کرنا کہ خطیب اپنی دروغگوئی کی پردہ پوشی کے لئے تکرار کرتا ہی، مضمون نگار کی خوش فہمی ہی، یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ یہ تکرار ابوہریرہؓ نے نہین، بلکہ خود آنحضرت صلعم نے فرمائی، اب غور کیجئے کہ انکی یہ بے تحاشا ناوک افگنی کس ذات اقدس کو اپنا نشانہ بنا رہی ہی، گوشت وخون کی شہادت کے یہ معنی ہین کہ حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلعم کی اس پیشینگوئی کی صداقت کو بجان ودل قبول کرتے تھے،

(۹) اس نکتہ رسی کے بعد قرآن فہمی کا ثبوت پیش کیا جاتا ہی ارشاد ہوتا ہی "ابوہریرہؓ بعض اوقات قرآن کی آیتون سے مدد لیتے تھے، خواہ وہ آیات روایت پر چسپان ہون یا نہ ہون" ثبوت مین یہ روایت نقل کرتے ہین "رسول اللہ صلعم نے فرمایا قسم اس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہی، البتہ قریب ہے، جب اتریں گے عیسیٰ بن مریم تم لوگون مین اور حکم کرین گے موافق اس شریعت کے اور انصاف کرین گے، اور توڑ ڈالین گے اس صلیب کو جو نصاریٰ نے تیار کی ہی، اور مار ڈالینگے سور کو اور موقوف کر دینگے جزیہ کو، اور بہت دینگے مال کو یہان تک کہ کوئی نہ لیگا، پھر ابوہریرہؓ کہتے تھے، کہ اگر تمھارا جی چاہے، تو یہ آیہ پڑھ لو "وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ الخ" ابوہریرہؓ نے جو کہ یہ قرآن شریف کی نقل کی ہی، وہ ان کی روایت کی ہرگز تصدیق نہین کرتی"

فاضل علام سے اسکی توقع رکھنا تو بیکار ہے کہ وہ متن عربی سے اس کے صحیح معنی سمجھ لین گے کیونکہ انھون نے کسی مقام پر اس کا ثبوت نہین دیا، لیکن اگر وہ کسی مترجم قرآن ہی پر نظر ڈال لئے ہوتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ آیہ ان کی روایت پر چسپان ہے یا نہین پوری آیہ یہ ہی،

وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ — اور ان لوگون کا یہ قول کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو جو

وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم
وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لھم
بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ
یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا
حکیما وان من اھل الکتاب لیومنن بہ قبل
موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا،
(نساء رکوع ۲۲)

رسول اللہ ہونے کے مدعی تھے قتل کر ڈالا، حالانکہ نہ انھون نے قتل کیا اور نہ انکو سولی دی، البتہ ان لوگون کو شبہہ مین ڈال دیا گیا، اور جو لوگ اس کے بارے مین اختلاف کرتے ہین وہ شک وشبہہ مین گرفتار ہین، انھین اسکا کوئی علم نہین صرف گمان کے پیرو ہین اور یقیناً عیسیٰ کو ان لوگون نے قتل نہین کیا بلکہ انکو خدا نے اٹھا لیا، اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے، اور اہل کتاب یقیناً انکی موت کے پہلے اس پر ایمان لائین گے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان لوگون پر گواہ ہونگے،

اس آیۂ پاک سے کم از کم اتنا معلوم ہو گیا کہ ابو ہریرہؓ نے اس کو بے محل نہین بیان کیا، کیونکہ دونون مین عیسیٰ بن مریم کا ذکر ہے، اب رہا یہ سوال کہ یہ آیت انکی روایت کی تصدیق کرتی ہے یا نہین علٰحدہ ہے اور ایک مستقل بحث کا طالب ہے جسکی یہان ضرورت نہین معلوم ہوتی، اگر معترض نے دجال پر بحث کی جسکا اعلان ہو چکا ہے، اور وہ قابل توجہ بھی ہوئی تو اس موضوع پر تفصیلی بحث ہوگی، اس موقعہ پر صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ جو لوگ حیات مسیح اور انکے دوبارہ نزول کے قائل ہین، وہ اسی آیۂ پاک سے دلیل لاتے ہین، ابو ہریرہؓ بھی اسی عام مسلک کے قائل تھے، اسی لئے انھون نے بھی نزول مسیح کے ثبوت مین اسکو پیش کیا تو کیا گناہ کیا، یہ انکا استنباط ہے، جو بہت سے لوگون کے لئے قابل تسلیم ہے،

(۱۰) دسوین حدیث یہ پیش فرماتے ہین "ابو زرمی نے کہا ابو ہریرہؓ سامنے آئے اور اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا، پھر کہا تم کہتے ہو مین جھوٹ بولتا ہون رسول اللہ صلعم پر کہ تم ہدایت پاؤ، اور مین گمراہ ہون، خبردار ہو مین گواہی دیتا ہون کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے جب تم مین سے کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو دوسری جوتی نہ پہنے، جب تک اس کو درست نہ کرے، اس پر یہ تنقید ہوتی ہے کہ اگر یہ ابو زرمی

کا مذاق نہین ہے، تو حدیث کی اہمیت ملاحظہ ہو، اور اس کے ساتھ یہ عہد"

ابو زرمی کے بجائے صحیح نام ابو رزین ہے، ممکن ہے یہ کتابت کی غلطی ہو، دوسری تدلیس جس پر انھین "مذاق" کی پھبتی کہنے کا موقع ملا ہو یہ ہے کہ انھون نے "فلا یمشی فی الاخری" کا ترجمہ محض "دوسری جوتی نہ پہنے" کیا ہے، حالانکہ اسکا ترجمہ یہ ہے کہ "تنہا دوسری جوتی پہنکر نہ پھرے" یعنی ایک پاؤن مین جوتی اور دوسرا پاؤن خالی نہ پھرنا چاہئے، روایت کا مطلب یہ ہے کہ ایک پاؤن کی جوتی کچھ ٹوٹ جائے، اور دوسری درست ہو، تو یہ نہ کرنا چاہئے کہ ٹوٹی جوتی کو پھینک کر صرف ایک جوتی پاؤن مین پہنکر گھسیٹے چلین بلکہ چاہئے کہ دوسری جوتی بھی اپنے ہی ہاتھون سے سہی، مگر درست کر کے دونون پاؤن مین پہنین، چنانچہ یہ روایت ابن ابی شیبہ مین اس طرح ہے، اذا انقطع شسع احدکم فلا یمشی فی الاخری حتی یصلحہا، یعنی جب تم مین سے کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے، تو صرف دوسری جوتی پہنکر نہ چلے، یہان تک کہ اسکو درست نہ کرے" یہ ایک اخلاقی تعلیم تھی، حلال وحرام کا کوئی حکم واجب نہین، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اپنے عمل سے اس شبہہ کو دور فرمایا ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ مین ہے، ظاہر ہے کہ ایک ایسی قوم کے افراد کو جو آئین تہذیب سے ناآشنائے محض تھی اس قسم کی معمولی تعلیم بھی دینا کوئی مضحکہ انگیز بات نہین تعلیم تو طالب علم کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے اگر ایک طرف ناآشنائے تمدن عربون کے لئے یہ تعلیم ہے تو دوسری طرف بڑے بڑے عقلا اور فلاسفہ کے لئے الٰہیات کے باریک سے باریک نکتے بھی بیان فرمائے گئے ہین،

حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ کہنا کہ تم سمجھتے ہو کہ مین جھوٹ کہتا ہون درحقیقت اس عہد کے بعض ان معترضون کے اس بیان کی طنزیہ تعبیر ہے، جو یہ کہتے تھے کہ ابو ہریرہ کو باتون کے موقع ومحل کا لحاظ نہین رہتا تھا، کہ آنحضرت صلعم نے کس وقت کن اسباب سے اور کس موقع پر یہ بات فرمائی، کوئی خاص حکم تھا، یا عام: کوئی شرعی حکم واجب تھا، یا محض اخلاقی تلقین، اس کو وہ طنزیہ کہتے ہین کہ "تم کہتے ہو کہ مین رسول اللہ پر جھوٹ بولتا ہون" اس فقرہ کا طنزیہ ہونا اس کے بعد کے فقرہ سے ثابت ہے کہ "تم ہدایت پاؤ اور مین گمراہ

ہوں ظاہر ہے کہ یہ طنزیہ ہے، ورنہ کوئی شخص اپنے کو گمراہ ہونا خود اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتا، پھر "تم" کے مخاطب صحابہ نہیں، بلکہ ان کے بعد کے عصر کے نو پیدا لوگ ہیں، الغرض اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ ابوہریرہؓ کو نقلِ احادیث میں کاذب سمجھتے تھے، بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہ لوگ احادیث کے محمل میں ان کی رائے مستند نہ مانتے تھے، اور اس سے ابوہریرہؓ خفا ہوتے تھے، اس کی تشریح یہ ہے کہ مثلاً آنحضرتؐ کبھی اس قسم کی تعلیم بھی فرماتے تھے جسکا مقصد وجوب وامر نہیں ہوتا تھا بلکہ اسکی حیثیت محض اخلاقی یا استحبابی ہوتی تھی لیکن ابوہریرہؓ اپنی قوت ایمانی اور فرمان نبوی پر عمل کے جوش میں، اسکو وجوبِ امر کی صورت میں پیش کر دیتے تھے، جیسا کہ یہی ٹوٹی جوتی نہ پہننے والا معاملہ ہے، یا کوئی حکم جو کسی خاص موقع و محل کے لئے ہوتا تھا، اسکو وہ عام سمجھ لیتے تھے، اس سے انکی روایت کی صداقت مشتبہ نہیں ہوتی البتہ ان کے تفقہ پر حرف آتا ہے، اور یہ وہ مسئلہ ہے جس پر احناف اور محدثین کی پرانی لڑائی ہے، اور اصول فقہ میں اس پر مفصل بحثیں ہیں،

اس کے علاوہ معترض نے اس پر غور نہیں کیا، کہ اس روایت میں کسی دوسرے نے ابوہریرہؓ کو جھوٹا نہیں کہا بلکہ وہ خود سوال کے طور پر طنزاً کہتے ہیں، کہ "تم لوگ کہتے ہو میں رسول اللہؐ پر جھوٹ بولتا ہوں" اسی کے ساتھ یہ تاریخی واقعہ بھی پیش نظر رہے کہ عہدِ رسالت کے بُعد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی قوت عمل سست پڑتی گئی تھی، اور خلافت راشدہ کے بعد دوسری قوموں کے اثر و دولت کی بہتات اور بنی امیہ کی بے پروائی سے، نئی نسل و قومیت کے مسلمان زیادہ "آزادی پسند" ہوگئے تھے ان کی طبیعتیں مذہبی قیود و بند سے بھاگتی تھیں، اسی لئے وہ احادیث اور رواۃ کو مشتبہ بتا کر ان سے بچاؤ کی صورت نکالتے تھے، ایسی حالت میں اس عہد کے کسی شخص کا ابوہریرہؓ کی کسی حدیث سے بھاگنا، جس کو انھوں نے طنزاً مذکورہ بالا جملہ سے تعبیر کیا ہے، ان کی دروغگوئی کا ثبوت نہیں ہو سکتا، اور نہ اسکو انکی صداقت کے خلاف شہادت میں پیش کیا جا سکتا ہے، اس واقعہ کو موجودہ زمانہ پر منطبق کر کے دیکھ لیجئے کہ "آزادی پسند"

حضرات میں سے کوئی صاحب حدیث کی صداقت سے انکار کرتے ہیں کوئی بزرگ صحابہ پر جرح کرتے ہیں، کوئی حضرت امیہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں، لیکن ان کے اعمال سے، ان میں سے کسی کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا، اسی طرح اس عہد کے "آزاد منش" لوگوں کی آزاد پسندی سے ابوہریرہؓ ساقط الاعتبار نہیں ہو سکتے ابورزین جو ابوہریرہؓ سے اسکے راوی ہیں، اگر نعوذ باللہ وہ انکو جھوٹا سمجھتے، تو وہ ان سے کسی روایت کو لینا ہی کیسے جائز سمجھتے، ابوہریرہؓ کی اس روایت کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس روایت کے راوی حضرت جابرؓ بھی ہیں جنکو ابوہریرہؓ کے مقابلہ میں آپ معتبر و مستند تسلیم کر چکے ہیں، جابرؓ کی روایت مسلم کے اسی باب میں ہے، جس سے آپ نے ابوہریرہؓ والی روایت نقل کی ہے، ایک کو لینا اور دوسرے کو چھوڑ دینا کیسی اچھی دیانت ہے،

(۱۱) اب اس سلسلہ کا صرف ایک اعتراض رہ گیا کہ ابوہریرہؓ ایک زمانہ میں "لا عدوی ولا یورد ممرض علی مصح" بیان کرتے تھے، لیکن پھر پہلے ٹکڑے سے خاموشی اختیار کر لی اور صرف "لا یورد ممرض علی مصح" بیان کرنے لگے، اور ابن ابی ذباب کے استفسار پر اس کے بیان کرنے سے منکر ہو گئے،

اس کے متعلق گذارش ہے کہ انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے، اس لئے اگر صدہا حدیثوں میں سے ابوہریرہؓ کسی ایک حدیث کا کوئی ٹکڑا بھول گئے، تو اسکو آپ صرف دروغگوئی پر کیوں محمول کرتے ہیں خطا و نسیان سے کیوں نہیں تعبیر کرتے، جبکہ اس روایت کے راوی ابوسلمہ بن عبدالرحمن خود اس کو ابوہریرہؓ کی بھول یا نسخ بتاتے ہیں "فلا ادری انسی ابوھریرۃ ام نسخ احد القولین الآخر" (مسلم ج ۲ ص ۲۵۹ مصر) یعنی میں نہیں جانتا کہ ابوہریرہؓ بھول گئے، یا ایک قول نے دوسرے قول کو منسوخ کر دیا،

ابوہریرہؓ کے نسیان کا سب سے بڑا قوی ثبوت یہ ہے کہ "لا عدوی" کا ٹکڑا حضرت جابرؓ کی روایت میں بھی موجود ہے "عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ولا غول"

(مسلم ج ۲ ص ۵۹۰ مصر)

ان تفصیلی جوابات کے بعد آخر مین یہ گذارش ہی کہ اگر بالفرض ابوہریرہؓ کی روایات مین کوئی روایت عقل صریح کے خلاف ہو یا اس کے خلاف اس سے زیادہ مستند روایت مل جائے تو اسکو کوئی ابوہریرہؓ کی دروغگوئی پر کیون محمول کرے، کیا یہ ممکن نہین کہ درمیان کے راویون مین سے کسی نے ردوبدل کر دیا ہو جبکہ ہر روایت کئی واسطون سے مروی ہوتی ہی، ان راویون کا جو عموماً ابوہریرہؓ کے مقابلہ مین زیادہ کم رتبہ اور عہدِ رسالت سے بعید ہوتے ہین، ابوہریرہؓ کے مقابلہ مین دروغگو ہونا زیادہ ممکن ہے، چند مسلسل واسطون والی کسی روایت کے غلط ہونے سے، خواہ مخواہ پہلے ہی راوی کا جھوٹا ہونا ضروری نہین، اور یہ بات انسان کے روزمرہ کے معاملات سے ظاہر ہی،

یہان تک فاضل مقالہ نگار کے مقالہ کے دوسرے حصے کے پہلے جزو پر تفصیلی تنقید تھی، اس کے بعد کے دونون اجزاء پر ایک اصولی گفتگو کیجاتی ہی، کیونکہ یہ دونون ایک اُصول کے ماتحت آجاتے ہین،

اس جزو مین فاضل نقاد آثارِ قیامت اور پیشین گوئی کی احادیث کی تنقید کی تمہید مین فرماتے ہین کہ مین غزوات و معجزات کے واقعات بھی بشرطیکہ متواتر ہون کئی صحابیون سے مروی ہون ماننے کو تیار ہون، مگر ان روایتون کا ماننا میرے امکان سے باہر ہے، وہ باتین جنکا علم خود رسول اللہ علیہ السلام کو بغیر وحی والہام کے نہین ہو سکتا مثلاً آثارِ قیامت بنی اسرائیل کے قصص اور عالمِ مابعد کی کیفیت یا جزاء و سزا وغیرہ،

بڑی مشکل یہ ہو کہ سخن شناس ناقد مختلف مباحث کو باہم مخلوط کر دینے کا عادی ہی، اس کو صرف آثارِ قیامت اور بنی اسرائیل کی احادیث سے بحث تھی، اس مین عالم مابعد کی کیفیت بھی داخل کر دی حالانکہ آخر الذکر سے بحث ہم دونون کے موضوع سے خارج ہی، یہان پر صرف آثارِ قیامت یا پیشین گوئی کی احادیث اور اسرائیلیات سے بحث مقصود ہی،

معترض کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکو اس قسم کی احادیث کے ماننے مین اس لئے تامل

نہین ہے کہ وہ ہماری عقل سے ماوراء باتین ہین، کیونکہ وہ متواتر معجزات کو بھی تسلیم کرنے کیلئے تیار ہی بلکہ اسلئے تامل ہی کہ اسکو اسی مین شبہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اسے فرمایا بھی ہی یا نہین اور رسول اللہ صلعم کو اس کا علم بھی ہو سکتا تھا یا نہین،

پہلے احتمال کے متعلق گذارش ہی کہ جب اس قسم کی روایتین تنہا ابوہریرہؓ سے مروی ہوتین اس وقت بے شک وہ ان مین شبہہ کر سکتا تھا، کہ وہ اس کے نزدیک ناقابلِ اعتماد ہین، لیکن مشکل یہ ہو کہ آثارِ قیامت اور پیشین گوئی کی احادیث اتنے صحابہ سے مروی ہین کہ عام تواتر کی حد تک پہونچ جاتی ہین، جس سے وہ اپنے اصول کے مطابق بھی انکار نہین کر سکتا، اگر اس بیان مین شبہہ ہو تو احادیث کی کتابون کے ابواب فتن و ملاحم کو غور سے پڑھنا چاہئے،

دوسری شق یعنی پیشین گوئی کی احادیث کے رد و قبول کے سلسلہ مین سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم پر بطور الہام یا شرح صدر ایسی باتین جو عام حالات مین عام انسانون کے حدودِ علم سے باہر ہین منکشف ہوتی تھین یا نہین؟ ظاہر ہو کہ اس قسم کے کشف اور الہام کا کوئی اسلامی فرقہ مخالف نہین، خود قرآن مین اس کے متعلق اشارات بلکہ صراحت موجود ہی، کہ خدا جس چیز کے متعلق چاہتا تھا، آپ پر کشف کر دیتا تھا، اور حدیثون مین تو بہت سے اس قسم کے واقعات ملتے ہین، اس کے علاوہ جب دوسرے انبیاء و رسل مین یہ وصف کسی حد تک موجود تھا تو آنحضرت صلعم سے جو تمام پیغمبرانہ اوصاف کے جامع اور

ع

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

کے مظہرِ اتم تھے، کیون انکار ہی، توراۃ اٹھا کر دیکھئے، آپکو صفحہ صفحہ پر بشارتین اور پیشین گوئیان ملین گی،

آنحضرت صلعم مین یہ وصف مان لینے کے بعد اس قسم کی احادیث کے انکار کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی، اور نہ کوئی صحابی محض اس لئے ناقابلِ اعتبار قرار دیا جا سکتا ہی کہ وہ ایسی احادیث کا راوی ہی جبکہ ایک صحابی نہین بلکہ بہت سے اصحابِ رسول اس قسم کی روایات مین برابر کے شریک ہین قیامت کی احادیث مین ایک غلط فہمی آپ کو یہ بھی ہو رہی ہی، کہ آپ ان سے قیامت کے دن اور تاریخ کی تعیین سمجھ رہے ہین،

حالانکہ یہ مقصد نہین بلکہ قرب قیامت کے آثار و علامات مراد ہین، ورنہ ظاہر ہو کہ قیامت کے دن کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہین، جیسا کہ قرآن مجید نے بار بار تصریح کی ہے،

اس بحث مین ناقد نے بعض ایسی فروگذاشتین بھی کی ہین، جن سے معلوم ہوتا ہو کہ اس نے احادیث کا مقصد ہی نہین سمجھا، مثلاً "ابوہریرہؓ کی قیامت والی حدیثین" کی سرخی کے ماتحت اس نے یہ حدیث نقل کی ہو، کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ کسریٰ مرگیا اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا، اور جب قیصر مر جائیگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہو تم ان دونون کے خزانے راہ خدا مین خرچ کروگے" اس حدیث کو قیامت سے کیا تعلق؟ اس مین تو قیامت کی طرف اشارہ تک نہین ہو، بلکہ اس مین مسلمانون کو فتوحات کی بشارت دی گئی ہو،

اس پر یہ تنقید حدیث فہمی اور تاریخ دانی کا اور بھی ثبوت ہو کہ "دیکھو اس پیشین گوئی کا دوسرا حصہ خلاف توقع پورا نہ ہوا، قیصر اور اس کے بعد صدہا قیصر ہوئے، ظاہری قرائن تو یہی تھے، کہ جس وقت معاویہ کے زمانہ مین عرب قسطنطنیہ کا محاصرہ کر رہے تھے قیصریت کا خاتمہ ہوجاتا، مگر قیصر اس وقت بھی باقی رہے، جبکہ خود عربون کی سلطنت ختم ہوچکی تھی"

اس سخن فہمی پر بے اختیار کہنا پڑتا ہو، کہ "شعر مرا بہ مدرسہ کہ برد" جناب والا! کسریٰ اور قیصر کی موت کا مطلب ان دونون کی شخصی موت نہین، بلکہ انکی قومی موت، انکے اقتدار کا خاتمہ اور انکی حکومت کا زوال ہو، خود جناب نے بھی غالباً کبھی نہ کبھی قومی حرارت مین فرمایا ہوگا کہ مسلمانون نے قیصر و کسریٰ کا تختہ الٹ دیا، اس قسم کے استعارے تو ہم روزمرہ استعمال کرتے ہین، کہ فلان ختم ہوگیا، فلان مین دم باقی نہین ہو، اور اس سے فلان کی حقیقی موت مقصود نہین ہوتی، بلکہ اسکی قوت کا خاتمہ اور اسکا زوال ہوتا ہے، اس توضیح کے بعد بھی کیا آپ یہی فرماتے رہین گے کہ "قیصر اور اسکے بعد صدہا قیصر ہوئے"،

لیکن اگر آپ کو قیاصرہ کے زوال مین بھی شک ہو، تو تاریخ اسلام پر نظر ڈالئے، آپ کو زیادہ پڑھنے کی ضرورت نہ ہوگی، اور عہد صحابہ ہی مین نظر آجائیگا کہ انھون نے فلسطین، شام، مصر، ٹیونس، مراکش اور الجزائر مین اسلامی پرچم لہرایا، اور جزائر مین روڈس، قبرص وغیرہ فتح کرکے بحر روم مین اسلامی بیڑے دوڑا دیئے، خصوصاً قیاصرہ کا کعبہ اور مذہبی مرکز بیت المقدس چھین کر انکی قومیت پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ پھر رومی قوم پنپ نہ سکی اور قیصر روم شہنشاہ قسطنطنیہ ہرقل (HERACLIUS.) کو مسلمانون کے مقابلہ مین بے بس و لاچار ہو کر ان حسرت انگیز کلمات کے ساتھ شام جیسا محبوب ملک اور بیت المقدس چھوڑنا پڑا کہ "اے شام تجھکو آخری سلام ہو، اب مین تجھ سے جدا ہوتا ہون، افسوس ہے کہ اس سرزمین مین جس پر مین نے صدیون حکمرانی کی ہو، اطمینان خاطر کے ساتھ نہ آسکونگا"[۱] کیا ایک زندہ قیصر کے منہ سے ایسے ہی مردہ الفاظ نکل سکتے ہین!!

تمام مورخین اس پر متفق اللفظ ہین اور واقعہ بھی یہی ہو کہ مسلمانون نے پہلی صدی ہجری کے نصف اول ہی مین مشرق سے قیصری حکومت کا خاتمہ کرکے اسکو تنگنائے قسطنطنیہ مین محدود کردیا تھا، پھر الفاظ نبوی مین یہ نہین ہو کہ جب آنحضرت صلعم کے زمانہ والا قیصر مرجائیگا، تو دوسرا قیصر نہ ہوگا، بلکہ یہ ہو کہ جب قیصر برباد ہوجائیگا تو دوسرا قیصر نہ ہوگا، یعنی جب رومیون کے قیصر کی حکومت تباہ ہوجائیگی تو پھر انکا کوئی دوسرا قیصر نہ ہوگا، اس پیشینگوئی کی صداقت مین کس کو شک ہو کہ مسلمانون کے ہاتھ سے قیصر کا خاتمہ ہوا تو پھر روم والون کی سلطنت قائم نہ ہوسکی، یہان تک کہ خود رومی قوم فنا ہوگئی، اور صفحہ زمین پر اس کا نشان نہین ملتا،

اس کے بعد ہمارے فاضل علام نے مولانا سید سلیمان ندوی پر چوٹ فرماکر اپنی تاریخ دانی کا مزید ثبوت دیا ہو، ارشاد ہوتا ہو کہ "مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی سیرت نبوی مین نہایت جوش و خروش

[۱] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۰۸ طبع یورپ،

سے ابوہریرہؓ کی ایک حدیث نقل کی ہو، جو نسائی مین ہو اور جسمین ہندوستان کی فتح کی بشارت ہو، جوش خوش عقیدگی مین وہ تاریخ سے بھٹک کر فرماتے ہین کہ یہ واقعہ نسائی کے قبل فتح محمود غزنوی کے لکھا ہو، اور اس واسطے صحیح ہے، سبحان اللہ ہندوستان پر محمد بن قاسم کا حملہ کئی سو سال قبل کا واقعہ ہو، اور یہ زمانہ حجاج کا ہو، عین اسی وقت جبکہ ابوہریرہؓ آثار قیامت کی احادیث شائع کر رہے تھے"

اس تنقید پر کیا مین بھی عرض کر سکتا ہون کہ سبحان اللہ آپ نے ابوہریرہؓ سے بدعقیدگی اور اعتراض کے جوش و خروش مین تاریخ سے بھٹک کر اپنی تاریخ دانی کا ایک اور نادر نمونہ پیش کیا ہو، جناب کو معلوم ہونا چاہئے کہ ابوہریرہؓ کی وفات محمد بن قاسم کے حملہ کے برسون قبل ہو چکی تھی، باتفاق ارباب سیر ابوہریرہؓ ۵۷ھ یا ۵۸ھ کے اندر ہی وفات پا چکے تھے، اور سندھ پر محمد بن قاسم کا پہلا حملہ ولید بن عبد الملک کے عہد ۹۳ھ مین ہوا (ملاحظہ ہو ابن اثیر ج ۴ ص ۴۲۵ مطبوعہ یورپ و فتوح البلدان بلاذری ذکر فتح سندھ) خیر یہ حملہ تو بہت بعد کا ہو، خود حجاج جس کے عہد مین یہ حملہ ہوا، اور جس کے آپ بھی معترف ہین ۷۵ھ مین یعنی حضرت ابوہریرہؓ کی وفات کے پندرہ سولہ سال بعد عراق کا گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا تھا (حوالہ مذکور ص ۳۰۳)

ایسی صورت مین آپ کا یہ ارشاد کہان تک صحیح ہو کہ ابوہریرہ محمد بن قاسم کے سندھ کے حملہ کے وقت پیشین گوئی کی احادیث بیان کرتے تھے، جس زمانہ مین ابوہریرہؓ نے ہندوستان کی فتح کی بشارت سنائی ہو، اس وقت تو غریب محمد بن قاسم پیدا بھی نہ ہوا تھا، کہ اسکی عمر سندھ کے حملہ کے وقت ۱۷ یا ۱۸ سال سے زیادہ نہ تھی،

خیر یہ تو فاضل مورخ کا ایک تاریخی تسامح تھا، دوسرا سوال یہ ہو کہ محمد بن قاسم کو ہندوستان کا فاتح کیونکر کہا جا سکتا ہو، جبکہ وہ اس کے بہت معمولی اور حقیر حصۂ ملک سے آگے نہین بڑھا، اگر فتح کا معیار یہی ہو، تو آج ہم فرانس اور پرتگال کو بھی ہندوستان کے فاتح اعظم کے لقب سے ملقب کر سکتے ہین

کہ ہندوستان کے مغربی سواحل مین ان کے مقبوضات موجود ہین، محمد بن قاسم کو آج تک کسی مورخ نے ہندوستان کا فاتح نہین قرار دیا ہو، البتہ وہ سندھ کا فاتح کہا جاتا ہو،

پھر شاید اس کی بھی آپ کو خبر نہ ہو کہ عربون کی زبان مین سندھ اور ہند دو لفظ ہین، اور انکا اطلاق دو مستقل ملکون پر ہوتا ہو، جیسا کہ عربی کی پرانی جغرافیہ کی کتابون اور سفرنامون سے واضح ہو، اسلئے سندھ کی فتح پر ہند کا اطلاق نہین ہو سکتا، یہ آپ کی تقسیم ہو کہ سندھ کو ایک صوبہ کی حیثیت سے ہندوستان کا ایک جزء بنا لیا ہو، لیکن عربون کے نزدیک سندی اور ہندی دو مقابل لفظ ہین،

اس کے بعد تمبر اسرائیلیات کا ہو، ان مین ہمارے محتسب صاحب حسب ذیل "قانونی نقائص" بتاتے ہین کہ "ابوہریرہؓ سے کثرت سے بنی اسرائیل کے عجیب و غریب واقعات مروی ہین، بعض غرائب تو ایسے ہین جسمین بائبل اور تالمود کی صدائے بازگشت ہے، اور اسکو شاید انھون نے کعب احبار یا اور کسی بے علم یہودی سے لیکر نقل کیا ہو، اور بعض وہ ہین جنکا کوئی سر پیر نہین انمین زیادہ تر مہمل قصے ہین جو یا تو خود ان کے دماغ و عقل کی کارستانی ہو یا سوقی اہل کتاب کی"

مذکورۂ بالا ایراد کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہو کہ فاضل ناقد کو اسرائیلیات کی روایت کی صداقت مین اس لئے کلام ہے کہ انکو اسمین دو نقائص نظر آتے ہین، ایک یہ کہ اسرائیلیات کے قصص و حکایات بائبل اور تالمود سے ملتے جلتے ہوئے ہین، اس لئے آپکو ان کے یہودیون سے نقل کئے جانے کا شک ہوتا ہو، دوسرے یہ کہ اسمین آپکو بے سر پیر کے مہمل قصے نظر آتے ہین، اس لئے آپ انھین ابوہریرہؓ کے ذہن کی خلاقی یا سوقی اہل کتاب کی گپ سمجھتے ہین،

پہلے شبہہ کے متعلق یہ گذارش ہو کہ کسی حدیث کی صحت اور عدم صحت کا یہ معیار صحیح نہین ہو، کہ اس کا مضمون بائبل یا اور کسی صحیفہ آسمانی کے مضمون سے ملتا جلتا ہوا ہو، اس لئے وہ حدیث خواہ مخواہ کسی اہل کتاب سے ماخوذ ہے، کیونکہ یہ مماثلت تو میرے نزدیک اس حدیث کی صداقت کی اور تائید

ہے، غالباً اس سے آپ بھی بے خبر نہ ہون گے اور ہر مذہب کا واقف کار جانتا ہو کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہین پیش کرتا ہو، بلکہ وہ ادیان سابقہ کے سلسلہ کی آخری تکمیلی کڑی ہو، اور وہ اس لئے دنیا مین بھیجا گیا تھا کہ گذشتہ امتون نے اپنے اپنے مذاہب مین جو آمیزشین کردی تھین، ان سے انکو پاک وصاف کرکے "اصل اسلام" یعنی اس مذہب کی شکل مین جسکی ابراہیم، موسیٰ، وعیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء ورسل دعوت دیتے چلے آئے تھے دنیا کے سامنے پیش کردے،

اور ان مذاہب مین ایسی ضروری ترمیم وتنسیخ کرکے جس سے یہ آخری مذہب انسانون کی تمام دنیاوی اور اخروی صلاح وفلاح کا کفیل ہو جائے، ایسا ابدی لائحہ عمل بنادے جس کے بعد پھر کسی قانون کی حاجت باقی نہ رہے، قرآن خود اس حقیقت کو ان الفاظ مین واضح کرتا ہو،

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصینا ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (شوریٰ ع-۱)

لوگو خدا نے تمھارے لئے بھی وہی راستہ مقرر کیا ہو جسکا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور اے محمد ہم نے اسی کی تمھارے طرف بھی وحی کی ہو اور اسی کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اس دین کو قایم کرو اور اسمین تفرقہ نہ ڈالو،

اس لئے ظاہر ہو کہ اسلام مین بہت سے اخلاقی اصول اور عبرت آمیز قصص وحکایات گذشتہ مذاہب کے اصولون اور ان کے قصص وحکایات سے ملتے جلتے ہوئے ہون گے، اگر تالمود وبائبل کے ساتھ مشابہت حدیث کے ضعف یا اس کے انکار کا سبب ہو سکتی ہو، تو قرآن پاک کے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہو جسمین بنی اسرائیل کے اکثر قصص وحکایات بائبل کے قصص سے اتنے مشابہ ہین کہ دونون مین امتیاز مشکل ہو، تو کیا آپ اس مشابہت کی بنا پر قرآن کے بھی یہود سے ماخوذ ہونے کا فتویٰ دیدینگے، یا اس کی صداقت سے بھی منکر ہو جائین گے، کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم

دوسرے شبہہ کا جواب یہ ہے کہ کسی قصہ کے مہمل یا بے سروپا ہونے کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہو،

اس کے لئے اشخاص کی عقل کو معیار بنانا صحیح نہین ہو، بہت ممکن ہو کہ کوئی قصہ یا اخلاقی تعلیم ایک کے نزدیک مہمل ہو اور دوسرے کے نزدیک عین دانائی ہو، مثلاً آپ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق آپ کی نقل کردہ اسرائیلیات کی یہ مہمل اور بے سروپا حدیث کہ "ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائیگا، قیامت کے دن اے ابن آدم مین بیمار ہوا، تو نے میری خبر نہ لی وہ کہیگا اے پروردگار مین تیری خبر کیونکر لیتا تو ایک ہو سارے جہان کا پروردگار، اللہ تعالیٰ فرمائیگا، تجھکو نہین معلوم میرا فلان بندہ بیمار تھا تو نے اس کی خبر نہ لی اگر تو اس کی خبر لیتا تو مجھکو اس کے نزدیک پاتا، تجھ سے کھانا مانگا، تو نے اسے نہ کھلایا اگر تو اسکو کھلاتا تو اسکا ثواب میرے پاس پاتا، اے ابن آدم مین نے تجھ سے پانی مانگا تو نے نہ دیا، بندہ کہیگا مین تجھکو کیونکر پلاتا تو مالک ہو سارے جہان کا، پروردگار فرمائیگا میرے فلان بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اسکو نہ پلایا اگر تو اس کو پلاتا تو اس کا بدلہ میرے پاس پاتا"۔

اس حدیث کو آپ نے مہمل اسرائیلیات مین نقل کیا ہو، لیکن ہر اوس شخص کے نزدیک جو موثر وبلیغ کلام کے طرق سے واقف ہو، اسمین خدمتِ خلق اور بے کسون کی دستگیری کی نہایت موثر طرز ادا مین تعلیم دیگئی ہو، جب حدیثون کی اچھائی اور برائی کا آپ کے نزدیک یہی معیار ہو، تو وہ کہان تک عقل سلیم کے نزدیک قابل قبول ہو سکتا ہو؟

اس اصولی جواب کے بعد آخر مین یہ بھی گذارش ہو کہ اسرائیلات کو نہ عقائد سے کوئی تعلق ہے، اور نہ قوانین سے، بلکہ اسمین زیادہ تر عبرت آمیز قصص وحکایات یا اخلاقی تعلیمات ہین، اس لئے اگر ان کی صحت مین آپ کو شک ہو تو انکو جانے دیجئے، ان کے ردو قبول سے اسلام پر کوئی اثر نہین پڑتا چنانچہ محدثین کے نزدیک بھی احادیث کا یہ حصہ زیادہ قابل وثوق نہین ہو، لیکن اس لئے نہین کہ اس کے راوی ابوہریرہ رضؓ ہین یا اس کے قصص وحکایات بائبل سے ملتے جلتے ہوئے ہین، بلکہ اسلئے کہ انکے اسناد کے سلسلے اکثر کمزور، اور بعض موضوع ہین،

آخر مین مضمون نگار نے ابوہریرہؓ کی اختراعات کے نام سے مختلف نمونون کی حدیثین نقل کی ہین، مین چاہتا ہون کہ مضمون تمام کرنے سے پہلے ان پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیجائے کہ اس مین اس نے کیا کیا گل افشانیان کی ہین،

اس حصہ کے دیکھنے سے ایک خاص بات معلوم ہوتی ہو، کہ وہ حدیث کے معنی مراد لینے مین الفاظ کے ظاہری معنی اور استعارہ و کنایہ کے فرق کو دانستہ یا نادانستہ نظر انداز کر دیتا ہو، اور اسی فرق مراتب کو نظر انداز کر دینے سے اسکو حدیث کا اصل مفہوم و منشا سمجھنے مین دقت ہوتی ہو، اور وہ اس پر اعتراض کر بیٹھتا ہو، حالانکہ بہت سی احادیث مین اس کے الفاظ کے لفظی معنی نہین بلکہ ان سے کنایہ اور استعارہ مقصود ہوتا ہو، مثلاً "اختراعات" ابوہریرہؓ کی یہ حدیث "رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ اترتا ہو پروردگار ہمارا برکت والا ہر رات دنیا کے آسمان پر جب آخر کی تہائی رات رہجاتی ہو، اور فرماتا ہو کون ہو کہ مجھ سے دعا کرے، مین قبول کرون کون ہے کہ مجھ سے مانگے مین اس کو دون، کون ہے، مجھ سے بخشش چاہے مین اسے بخشون"

اور اس پر اس کا یہ بھولا بھالا اعتراض کہ: دنیا مین ہر وقت کہین نہ کہین رات رہتی ہو، ایسی حالت مین غالباً متعدد خدا اترتے ہونگے" حالانکہ ظاہر ہو کہ مذکورہ بالا حدیث مین خدا کے اترنے کا مقصد یہ نہین ہے کہ خدا کوئی مجسم شے ہے جو عرش اعلیٰ پر متمکن ہے، اور صبح ہوتے ہوئے وہ مادی جسم کی طرح دنیا کے آسمان پر اترتا ہو، بلکہ اترنے کا مقصد توجہ الٰہی ہے، اور یہ کوئی ایسی چیز نہین کہ بیک وقت ایک ہی جانب مبذول ہو سکتی ہو کہ اس سے یہ استحالہ لازم آئے کہ چونکہ دنیا کے کسی نہ کسی حصہ مین ہر وقت کہین نہ کہین رات رہتی ہو، اس لئے خدا ہر جانب توجہ مبذول نہین کر سکتا، بلکہ اس کی توجہ کی وسعت و پہنائی ایک آن اور ایک لمحہ مین کرورون ارض و سما اور کرورون شب و روز کو اپنے آغوش مین لے سکتی ہو،

اور پچھلے پہر کی تخصیص اس لئے ہو کہ یہی وقت سب سے زیادہ سکون و اطمینان کا ہوتا ہو کہ اس وقت دنیا کے تمام ہنگامے محو خواب ہوتے ہین، اور ہر گوشہ مین سکون مطلق طاری ہوتا ہو اور قلب و دماغ جس یکسوئی اور توجہ سے اس وقت کام کرتے ہین دوسرے وقت مین ممکن نہین، اسی لئے تمام مذاہب مین دعا و مناجات کے واسطے جسکے لئے سب سے زیادہ یکسوئی اور توجہ کی ضرورت ہو، یہ وقت بہتر مانا جاتا ہو؛ چنانچہ تقریباً اکثر مذاہب مین پچھلے پہر سے لیکر طلوع آفتاب تک اپنے اپنے اوقات مین عبادت ہوتی ہو؛ یہ دونون باتین خیال شریف مین آجانے کے بعد حدیث کا منشا بہت آسانی سے واضح ہو جاتا ہو کہ اس سے مسلمانون کو پچھلے پہر مین عبادت کی تشویق و ترغیب دلانا مقصود ہو، کہ یہ بندون کے سکون قلب، اخلاص اور عدم ریا و نمائش کے لئے موزون وقت ہو،

اسی طریقہ سے ابوہریرہؓ کی اس "مخترعہ" حدیث پر کہ "رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص نہا کر نماز جمعہ مین اول وقت جائے اس نے گویا اونٹ کی قربانی کی اور جو اس کے بعد گیا، اس نے گویا گائے کی قربانی کی، اور جو تیسرے وقت مین گیا اس نے گویا دنبہ کی قربانی کی، اور جو چوتھی ساعت مین گیا اس نے گویا ایک مرغی قربانی کی اور جو پانچوین وقت مین گیا اس نے گویا انڈا قربان کیا اور پھر نماز پڑھی اور خطبہ سے فارغ ہونے تک چپ رہا پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی اس کے گناہ گذشتہ جمعہ سے لیکر اس جمعہ تک بلکہ اس سے تین دن زیادہ تک بخش دیئے گئے"،

اسکا یہ لطیف اور ظریفانہ اعتراض کہ "میرا یہ خیال تھا کہ بکرے کی قربانی سے آگے اللہ میان کو اور قربانی کم پسند آتی ہو، مگر معلوم ہوا کہ وہ مرغی اور انڈے کی قربانی بھی لے لیتے ہین، بشرطیکہ مرغا کانا اور انڈا گندہ نہ ہو"

کاش اس نے یہ برمحل ظرافت کسی ظریف اخبار کے صفحات پر صرف فرمائی ہوتی تو اسکو اسکی واقعی داد ملتی، خدا کے مقابلہ مین اس ظرافت کی کون "کافر" داد دیگا، خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، حدیث کے

معنی بالکل ظاہر ہین کہ اونٹ گائے اور بکرے وغیرہ کی قربانی سے مراد ان کے لفظی معنی نہین بلکہ ثواب کی کمی اور زیادتی کا استعارہ ہی کہ جو لوگ نماز جمعہ مین اول وقت شریک ہون گے انکو بہت زیادہ اور جو لوگ اس کے بعد شریک ہونگے انھین اس سے کم ثواب ملیگا، اسی طریقہ سے اول وقت کے آنے والے کے مقابلہ مین بالکل آخری وقت مین شریک ہونے والا بہت کم ثواب کا مستحق ہوگا، اور حدیث کا مقصد مسلمانون کو نماز جمعہ مین اول وقت شرکت کی ترغیب دلانا ہی؛

اس حدیث کے حاشیہ پر ارشاد ہوتا ہی کہ "ما تقدم من الذنب وما تاخر" یعنی اگلے اور پچھلے گناہ معاف کا جملہ حدیث کا بہت کثیر الاستعمال جملہ ہی، حالانکہ اس سے زیادہ فتنہ پیدا کرنے والا اور مسلمانون کو بد اعمال کرنے والا شاید ہی کوئی جملہ ہو" الحمد للہ مسلمانون مین بداعمالی اور ان مین فتنہ پیدا ہونے کا خوف اس دل مین پیدا ہو رہا ہی، جسکی ساری کوششین احادیث و سنن کو مٹانے اور اس کے ناقابل استناد ٹھہرانے مین صرف ہو رہی ہین، عمل و قول کی یہ نیرنگی بھی طرفہ تماشا ہی؛

حدیث کی تردید کے جوش مین قرآن کو محرف کرکے حدیث کہنے مین بھی باک نہین ہوتا، وہ حدیث کا کثیر الاستعمال جملہ نہین بلکہ کلام پاک کی آیت کا ایک ٹکڑا اور مختصات محمدیؐ مین ہی، یہ آیت شان نبویؐ مین نازل ہوئی ہے:-

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (سورۂ فتح، ع ۱)	تاکہ اللہ تمھارے اگلے اور پچھلے گناہون کو معاف کردے اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کرے اور تم کو سیدھی راہ دکھائے۔

اس آیت کو عام مسلمانون سے کوئی تعلق نہین، بلکہ مخصوص آنحضرت صلعم کی شان مین نازل ہوئی ہے، اگر یہ ٹکڑا صحاح کی کسی حدیث مین بھی ہو تو کم از کم میری نظر سے نہین گذرا، کاش مدعی نے وہ احادیث نقل کردی ہوتین، یا کم از کم انکا حوالہ ہی دیدیا ہوتا تو بھی اس کے ساتھ حسن ظن قائم

رہتا، لیکن ہمارے محقق کو تو بات کہدینے سے کام اس کی صحت کی ذمہ داری تو خدانخواستہ آپ لیتے نہین اور اگر بالفرض یہ ٹکڑا کسی ایک حدیث مین نکل بھی آئے جسکا مجھکو یقین نہین تو اسکو حدیث کا کثیر الاستعمال جملہ کہنا کہان تک صحیح ہی؛

سب سے آخر مین اس نے ابوہریرہؓ کی مرویات کی تردید مین دو چار ایسی روایتین نقل کی ہین جو اسکے بلند اور پاکیزہ معیار کے مطابق عریان یا فحش ہین اس لئے اس نے یہ نتیجہ نکالا ہی کہ وہ ارشاد نبویؐ نہین ہو سکتین، اس اصول مخترعہ پر گذارش ہی کہ فحش و عریانی کے متعلق اسکا خود ساختہ معیار ہی صحیح نہین فحش تو وہ ہی جسکا مقصد صرف فحش گوئی ہو لیکن اگر تعلیم و تادیب کے سلسلہ مین عریان الفاظ استعمال کرنے پڑجائین تو اس کو فحش نہین کہہ سکتے، اور اسکی وجہ سے کوئی معلم یا طبیب یا مقنن اپنی تعلیم اور قانون سازی نہین چھوڑ سکتا، کیا زنا بالجبر یا اس قسم کا اور کوئی قانون محض اس لئے نہ بنایا جائیگا کہ اسمین الفاظ عریان آئین گے، محض الفاظ کی عریانی کے خیال سے کوئی تعلیم نہین ترک کیجا سکتی، آنحضرت صلعم نے اس زرین اصول کو اسی قسم کے ایک موقعہ پر ان الفاظ مین ارشاد فرمایا ہی "لا تاتوا النساء فی اعجازھن فان اللہ لا یستحی من الحق" عورتون کے پاس غیر فطری راستون سے نہ آؤ خدا حق کے بیان و اظہار مین نہین شرماتا" کیا رسول اللہ صلعم کے اس ارشاد گرامی کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ جس حدیث کے الفاظ عریان ہون وہ حدیث جھوٹی ہی،

آپ تو ماشاء اللہ خود حاکم ہین، تعزیرات ہند نوک زبان ہوگی، آپ کی نظر سے تو بہت سے اس قسم کے قوانین گذرے ہونگے جو آپ کے ملکوتی معیار کے لحاظ سے فحش و عریان ہونگے، لیکن کیا آپ نے انکی عریانی کے خیال سے انکی تشریح نہ فرمائی ہوگی، یا انکو تحریر مین نہ لائے ہون، اسکو تو معمولی سمجھ کا انسان بھی ماننے کے لئے تیار نہین، ہو سکتا کہ کوئی تعلیم یا قانون محض عریانی الفاظ سے بچنے کے لئے نظرانداز کیا جا سکتا ہی،

آپ کہہ سکتے ہین اور کہا بھی ہو کہ ایسے مواقع پر قرآن کی طرح استعارہ اور کنایہ سے کام لینا چاہیے تھا اوپر کے اصولی جواب کے بعد عرض ہو کہ آپ نے غور نہین فرمایا، آپکی نقل کردہ روایتون مین جہانتک ممکن تھا استعارہ ہی سے کام لیا گیا ہو مثلاً واجب الغسل مباشرت کی تمام فقہی صورتون کو ان الفاظ اذا جلس احدکم بین شعبھا الاربع ثم جھدھا سے تعبیر کیا ہو، کیا واجب الغسل مباشرت کی تمام صورتون کو اس سے زیادہ بلیغ کنایہ سے ادا کیا جا سکتا ہو،

یہان تک آپ کے تنقیدی مقالہ کا جواب تھا، اب مین اس امید پر چند نکی گذارشات کرتا ہون کہ آپ ان پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائین گے، بعض احادیث بلاشبہہ ایسی ہین جو ہماری محدود عقل و فہم سے باہر ہین، ان مین انفرادی عقول کو معیار قرار دینا صحیح نہین، کہ انسانون کی عقلین باہم متفاوت ہوتی ہین، بہت ممکن ہو کہ ایک شے کسی خاص انسان کی عقل کے مخالف ہو لیکن وہی شے دوسرے آدمی کی فہم کے عین مطابق ہو جسکی متعدد مثالین اوپر جابجا گذر چکی ہین، اسکا یہ منشا نہین ہو کہ ہر رطب و یابس کو جو حدیث کے نام سے مشہور ہو بلا چون وچرا تسلیم کر لیا جائے اور عقل کو مطلق دخل نہ دیا جائے محدثین نے خود اصول نقد مین عقل کو محفوظ رکھا ہو، کہ جو حدیث عقل صریح کے خلاف ہو وہ ناقابل قبول ہے، بلکہ مقصد یہ ہو کہ کسی حدیث کے کسی خاص انسان کی عقل کے نزدیک خلافِ عقل ہونے اور واقعۃً خلاف ہونے مین فرق ہو، اس لئے انفرادی عقول کے بجائے عقل عمومی کا لحاظ رکھنا چاہیے،

دوسری گذارش یہ ہے کہ عقل مین بھی اسی عقل کو معیار نہ بنانا چاہیے، جیسے یورپ نے پیش کیا ہو، بلکہ کچھ اپنی گرہ کی عقل اپنے مذاق اپنی روایات اور اپنی خصوصیات کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے، اسی اندھی تقلید کا یہ نتیجہ ہو کہ ہم اپنی زندگی کے تمام پہلوؤن کو یورپ ہی کی لگائی ہوئی عینک سے دیکھتے ہین، بلکہ اسی کے دل و دماغ سے سوچتے اور سمجھتے ہین، چنانچہ آج مذہب کے خلاف اسکی اصلاح کے پردہ مین جتنی آوازین بلند ہو رہی ہین، وہ سب اسی کی صدائے بازگشت ہین، لیکن ہمارے جدید مصلحین

است یہ نہین سمجھتے کہ اگر یورپ عیسائیت کی مخالفت پر آمادہ ہو رہا ہو تو بجا ہو کہ وہ اس بیسوین صدی کے دورِ ترقی مین اسکا ساتھ نہین دے سکتی اور دورِ حاضر کی رہنمائی سے قاصر ہو لیکن اسلام تو انتہائی ترقی یافتہ اور ابدی مذہب ہو، جو انسانی زندگی کے ہر دور مین خواہ وہ کتنا ہی بلند اور ترقی یافتہ کیون نہ ہو، اسکا ہادی و رہنما اور اس کی تمام دنیوی اور اخروی ضروریات کا کفیل ہو، کیا یہ قرینِ دانشمندی ہے کہ ہم محض اس ریس مین کہ چونکہ یورپ اپنے اس ناقص مذہب کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہو، جو اس کی موجودہ ترقی مین اسکا ساتھ نہین دے سکتا، ہم بھی اپنے "دین کامل" کی بیخ کنی پر آمادہ ہو جائین؟ ہم کو تو اسلام کے "سراج منیر" کی روشنی مین خود یورپ کو راہ دکھانی چاہیے نہ کہ الٹے اس "شمع ہدایت" پر پھونک مارین، یہ کوئی نہین کہتا کہ عوام کے بدعات و خرافات کو مذہب کا درجہ دیجئے، اور نہ اس پر کسی کو اصرار ہے کہ موضوعات کو صحاح مان لیجئے، اور نہ اس پر کہ گذشتہ علما، اور مجتہدین کے تمام اجتہادات اور مستحسنات کو ضروری تسلیم کر لیجئے، مگر یہ کیا قیامت ہے کہ آپ قرآن کو تحریفات اور احادیث وسنن کو مکذوبات قرار دیکر پھر اسلام کی تجدید و اصلاح کا دعویٰ کیجئے، خدارا اس نکتہ پر انصاف کے ساتھ غور کیجئے، وحی الٰہی، اور سنت نبوی یہ دونون چیزین باہم لازم ملزوم ہین، ایک کے چھوڑنے سے دوسری کبھی زندہ نہین رہ سکتی، ان دونون کا باہم رشتہ ایسا ہی ہو، جیسے قانون اور ضوابط کا، کہ ضابطون کے علم کے بغیر قانون پر عمل کرنا مشکل بلکہ محال ہو، اور قانون کے بغیر تنہا ضابطے بیکار ہین، والسلام علی من اتبع الہدیٰ،

چین مین اشاعتِ اسلام

از

مولوی عبدالقدوس ہاشمی ندوی سب اڈیٹر یمِ گیا،

اسلامی تاریخ کے واقعات جس طرح محفوظ ہین، اسکا اقتضا تو یہ تھا کہ چین مین بھی اس مذہب کے ابتدا کی پوری تاریخ محفوظ و مرتب ہوتی اور نہین کہا جا سکتا کہ مرتب و محفوظ نہ ہوگی، قرون وسطیٰ کے عالمگیر فسادات مین جس قدر اسلامی تاریخ اور مسلمانون کے علمی خزانے ضائع ہوئے، شاید کبھی دنیا نے اتنا بڑا علمی نقصان نہ سہا ہوگا، ممکن ہو کہ ان مین چین کی اسلامی تاریخ، وہان اسلام کا داخل ہونا، اس کا پھیلنا اور یہان تک کہ چینیون کی ایک بڑی تعداد کا حلقہ بگوشِ اسلام ہو جانا، یہ تمام واقعات محفوظ ہون، ان پر بھی علماے اسلام نے بڑی بڑی کتابین لکھی ہون، مگر افسوس کہ آج عربی انگریزی، اردو اور فارسی زبان مین اس کے متعلق اطمینان بخش سرمایہ موجود نہین، جو چین مین اسلام کی رفتہ رفتہ اشاعت و ترقی کا صحیح نقشہ بتا سکے،

یورپین مصنفین کا تو ذکر ہی کیا کہ بجز اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے کسی نے حتی کہ ہسٹری آف ورلڈ اور ہسٹری آف نیشنس کے مرتبین نے بھی چین مین اسلام کا مطلق ذکر ہی نہین کیا، مسلمان اور مشرقی مصنفین نے بھی جو کچھ لکھا ہی، وہ بھی ایک ہلکے سے خاکے سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا،

چینیون کا بیان ہے کہ چین مین اسلام کی ابتدا ر شاہ تائیجونگ کے عہد سے ہوئی، اس بادشاہ کا زمانہ ساتوین صدی عیسوی ہی، ان کے بیان کے مطابق سب سے پہلا مسلمان خاندانِ نبوت کا ایک فرد ابن حمزہ نامی چین مین گیا، یہ شخص تین ہزار ساتھیون کے ساتھ آکر چنگ آن یو مین رہنے لگا، اور اس کے

بعد پھر اور مسلمان بحری و بری راستون سے آتے رہے، اور یون نان کے قریب قریب آباد ہوتے رہے، یہی وجہ ہے کہ چین کے اور صوبون کی بہ نسبت یون نان مین مسلمانون کی تعداد زیادہ ہی،

چین کے بعض مورخین کا بیان جو ہم تک فرانسیسی انسائیکلوپیڈیا کے ذریعہ پہونچا ہی، وہ یہ ہے کہ ۷۵۸ء مین سواحلِ چین پر عرب لٹیرون کا ایک گروہ ظاہر ہوا، یہ کنارے پر پڑی ہوئی کشتیان چرا لیجایا کرتے تھے، کچھ دنون کے بعد یہ وہین کنارے پر آکر آباد ہو گئے، حکومت کی کمزوری نے ان کو وہان رہکر پھلنے پھولنے کا موقع دیدیا، اور آہستہ آہستہ وہ کاروبارِ سلطنت مین بھی حصہ لینے لگے، یہان تک کہ ایک ہی صدی کے بعد وہ حکومت کا غالب عنصر بن گئے،

مندرجۂ بالا بیان خود چینی مورخین کا ہی، مگر عربی تاریخون مین اس ابن حمزہ نامی شخص کا کہین پتہ نہین چلتا، اور نہ کوئی ایسا قصہ ملتا جو اس فسانہ کی کسی حد تک بھی تائید کرتا ہو، مسعودی نے اپنی تاریخ مین چین مین ایک مسلمان کی آمد کا قصہ البتہ بیان کیا ہی، اس کا خلاصہ یہ کہ ایک قریشی عرب جو ہبار بن اسود کے خاندان سے تھا شہر سیراف مین آیا، آدمی چالاک و چست تھا، نچلا نہ بیٹھ سکا، کسی کشتی پر بیٹھکر ہندوستان روانہ ہو گیا، مدتون شہر بہ شہر مارا پھرا، یہان تک کہ چین جا پہونچا، یہان یہ شخص شہر خانفو مین مقیم ہوا، سیاحت کی غرض سے وہ چین کے شہرون مین گھومنے لگا، چین کا دار السلطنت اس وقت ہمدان تھا، جب یہ شخص یہان پہنچا تو اس نے بادشاہ سے بھی ملاقات چاہی، چنانچہ مدت تک وہ اسی امید مین بابِ عالی پر پڑا رہا، مہینون کے بعد اس کی عرضی دربار مین پیش ہوئی، اس عرضی مین یہ بھی لکھا تھا کہ مین رسول عربیؐ کے خاندان کا ایک شخص ہون، اور اس دیار مین سیاحت کے لئے آیا ہون، بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شخص کو شہر خانفو مین بطور شاہی مہمان کے ٹھہرایا جائے اور ساتھ حاکم خانفو کو یہ بھی لکھ بھیجا کہ اس شخص کے صحیح حالات معلوم کر کے بارگاہ سلطانی مین پیش کئے جائین، حاکم خانفو نے لکھ بھیجا کہ واقعی یہ شخص رسول عربیؐ کے خاندان کا ایک آدمی ہی، اور چین تجارت و سیاحت کے سلسلہ مین آگیا،

ہے، اس کے بعد بادشاہ نے دربار مین بلایا، اس عرب نے شاہ چین کے دربار مین حاضر ہوکر اسلام اور تعلیمات اسلام پر دیر تک گفتگو کی، بادشاہ اسکی گفتگو سے بہت خوش ہوا، اور بہت سے انعامات کے ساتھ اسے عراق بھیجدیا، اس کے بعد دربار دمشق سے حکومت چین کے تعلقات قائم ہوگئے، اور چین مین مسلمانون کی آمد و رفت بڑھنے لگی،

ممکن ہے کہ ابن حمزہ کے نام سے چینی مورخین نے اسی شخص کا ذکر کیا ہو، مگر تین ہزار آدمیون کے ساتھ اگر آباد ہوجانے کا کہین تاریخ سے پتہ نہین چلتا،

تواریخ عرب سے معلوم ہوتا ہے، کہ مسلمان پہلے چینی ترکستان مین آئے، چنانچہ سنہ ۹۶ھ مین کاشغر دار الاسلام بنالیا گیا تھا، اس سنہ مین سلم بن قتیبہ باہلی مشہور سپہ سالار نے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے حکم سے کاشغر پر حملہ کیا، اس حملہ کا مفصل حال ابن اثیر نے اس طرح لکھا ہے کہ:

سلم بن قتیبہ باہلی مجاہدین کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ چین کی طرف روانہ ہوئے، سمرقند مین اہل و عیال کو چھوڑکر یہ لوگ آگے بڑھے اور فرغانہ تک بلا روک ٹوک بڑھتے چلے گئے، اب اس کے آگے کوہ عصام کی گھاٹیون کا سلسلہ شروع ہوتا تھا، اس لئے انھون نے ایک دستہ سہل راستہ کی تلاش مین روانہ کیا، ان علاقون مین کئی جگہ معمولی لڑائیان بھی ہوئین جنمین مسلمانون کو کافی مال غنیمت ہاتھ آیا، یہ لوگ کاشغر تک اسی طرح چلے آئے، شاہ چین نے مسلم بن قتیبہ کو کہلا بھیجا کہ وہ چند سمجھدار اور شریف آدمیون کو بطور ایلچی کے ہمارے پاس بھیجدین، جو ان کے مذہب، اعتقادات اور تعلیمات سے ہمین اچھی طرح باخبر کرسکے، مسلم بن قتیبہ نے دس وجیہ اور سمجھدار آدمیون کا انتخاب کیا، اور ہبیرہ بن مشمرج کلابی کو امیر بنا کر روانہ کیا، چلتے وقت ہبیرہ کو سمجھا دیا، کہ بادشاہ سے کہ دینا "ہم نے قسم کھائی ہے کہ زمین کو پیرون سے روند دین گے، پیشانیون پر غلامی کی مہر لگادین گے، اور تم سے جزیہ وصول کرین گے" اور کہ دینا کہ ہم اس کے بغیر واپس نہین جاسکتے"

یہ وفد ہبیرہ بن مشمرج کلابی کی سرکردگی مین روانہ ہوا، انواع و اقسام کے تحائف بھی ساتھ تھے، دربار مین پہونچکر آداب و القاب کے بعد اسلامی تعلیمات پر گفتگو شروع ہوئی، آخر مین شاہ چین نے کہا، کہ جاؤ اور اپنے سردار سے کہہ دو کہ تمھاری قلت تعداد ہمین معلوم ہے، اپنی جانون پر رحم کرنا اور واپس چلے جاؤ، ہبیرہ نے اس تہدید کے جواب مین مسکرا کر کہا "مجھے نہایت تعجب ہے کہ اس لشکر کو قلیل اور تھوڑا بتا رہے ہین جسکا اگلا حصہ تو آپ کے سامنے ہے، اور پچھلا حصہ زیتونون کے باغ (شام) مین ہے، رہا آپ کا قتل و خون سے خوف دلانا، اس کے بارے مین مین جناب کو یقین دلادینا چاہتا ہون کہ ہماری موت کا ایک وقت مقرر ہے، اجل اس وقت اور صرف اسی وقت آئیگی، جب یہ وقت آجائے تو ہماری انتہائی خوش نصیبی ہے، کہ ہم اللہ کی راہ مین اپنی جانین نثار کردین، ہماری قوم ایسی موت کو ہمیشہ خوش قسمتی شمار کرتی رہی ہے" اس کے بعد ہبیرہ نے سردار مسلم بن قتیبہ کا پیام پہونچایا، اور کہا کہ "ہمارے سردار نے آپ کے پایہ تخت کی خاک کو پیرون سے روند دینے، غلامون کی پیشانیون پر اپنی مہر لگا دینے اور آپ سے جزیہ وصول کرلینے کی قسم کھائی ہے، وہ اس کے بغیر ہرگز واپس نہین جاسکتا" شاہ چین اس وقت اپنے داخلی فتنون کی وجہ سے بہت پریشان تھے، اس لئے انھون نے مسلمان سردار کی قسم پوری کردینے کا انتظام کیا، اور پایہ تخت کی مٹی، غلام اور جزیہ کی ایک بہت بڑی رقم بھیجدی، مسلمانون نے بھی کسی وجہ سے اس وقت جنگ مناسب نہ جانی اور جزیہ قبول کرکے قسم پوری کرلی گئی، اسی واقعہ کے متعلق ایک عربی شاعر سواد بن عبد الملک اسلولی لکھتا ہے:-

لا عیب فی الوفد الذین بعثتهم … للصین ان سلکوا طریق المنہج

کسروا الجفون علی القذی خوف الردی … حاشی الکریم ھبیرۃ بن مشمرج

ادی رسالتک التی استدعیتہ … فاتاک من حیث الیمین بمخرج

اسی غزوہ مین مسلم بن قتیبہ کو خلیفہ ولید کے انتقال کی خبر ملی، اور اسی سال وہ خود بھی قتل

کردیا گیا، یہ بعید نہ تھا کہ اگر یہ جوان ہمت سپہ سالار کچھ دنون اور زندہ رہتا تو دوبارہ چین پر حملہ کرتا،

بلاشبہہ اس کے بعد سے مسلمانون کی آمد شد چین مین بڑھتی گئی، اور یہان تک کہ چین کی آبادی مین مسلمانون کا ایک بڑا حصہ پیدا ہوگیا،

۱۳۲ھ مین امویون کی خلافت کا مشرق سے خاتمہ ہوگیا، اس وقت سے عباسیون کا دور شروع ہوتا ہے، چین سے تعلقات بدستور باقی رہے، اگرچہ عربی تواریخ مین ان کے تعلقات کا کوئی مفصل بیان موجود نہین ہے، مگر تاہم جابجا مختلف اوقات مین آمدرفت کا پتہ چلتا ہے،

عبدالعزیز قوجی ایک چینی عالم ہین جو مدت تک ترکستان مین بھی رہے ہین، سلطان عبدالحمید خان کے دور مین یہ قسطنطنیہ مین تھے، انھون نے ترکی زبان مین اسلامی چین پر ایک رسالہ لکھا ہے، اس رسالہ کا عربی ترجمہ شیخ محمد مصری قاہرہ کے ایک اخبار نویس نے کیا ہے، یہ رسالہ اس وقت میرے پاس موجود ہے، اس مین فاضل موصوف کا بیان ہے کہ بلاد منچوریا مین قوتجہ کے شمالی حصہ مین سویدون کا پورا قلعہ جب چینی حکومت نے مسمار کرا کر نیا تعمیر کرانا شروع کیا تو قلعہ کی دیوارون اور کھنڈرون سے بہت سے قدیم سکے نکلے، ان مین سے ایک سکہ مجھے بھی مل گیا تھا، وہ آج تک میرے پاس محفوظ ہے، یہ سکہ ربع ریال عثمانی سے کچھ بڑا ہے، اس پر کوفی خط مین دونون طرف مندرجہ ذیل عبارت مرقوم ہے،

رخ:- لا الہ الا اللہ:- اس کے چارون طرف حلقہ مین:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ضرب ہذہ الدرہم فی سنۃ احدی وستین ومائتہ

پشت:- محمد رسول اللہ اس کے چارون طرف حلقہ مین:- ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرون،

یہ زمانہ خلیفہ مہدی عباسی کا ہوگا، اس کے سکہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان علاقون مین مسلمان آتے جاتے تھے، اور ان کے ساتھ یہ سکہ بھی آگیا ہوگا، کیونکہ اس علاقہ مین خلیفہ مہدی کی حکومت

تو یقیناً کبھی قایم نہین ہوئی، ورنہ عرب مورخین ضرور لکھتے، یقیناً یہ سکے تجار کے ساتھ یہان آئے ہونگے،

ابن اثیر جزری نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ ۲۶۴ھ مین چین مین ایک شخص ظاہر ہوا جس نے جرائم پیشہ جوانون کا ایک گروہ ساتھ لیکر شہر خانقو کا محاصرہ کیا، آگے چل کے اسی واقعہ کے سلسلہ مین شہر خانقو کی نسبت لکھتا ہے:-

وھی حصینۃ ولھا نھر عظیم وبھا عالم کثیر من المسلمین والنصاری والیھود والمجوس وغیرھم من الصینیین،

یہ تیسری صدی کا واقعہ ہے، اور پھر اس کے بعد چینی مسلمانون کے حالات عربی تواریخ مین بکثرت مل جاتے ہین، ابوالعباس احمد قلقشندی متوفی ۸۲۱ھ نے شریف حسن[۱] بن الجلال سمرقندی سے بیان کیا ہے:

"چین مین سلطان خان کی سلطنت ہے، بادشاہ اگرچہ غیرمسلم ہے، مگر یہان مسلمانون کی بڑی تعداد آباد ہے، بادشاہ ان کی بہت تعظیم وتکریم کرتا ہے، یہی لوگ اسکی سلطنت کے جزء اعظم اور روح روان ہین، قاعدہ ہے، کہ جب کوئی غیرمسلم کسی مسلمان کو قتل کر دیتا ہے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے، اور اگر کوئی مسلمان کسی غیرمسلم کو قتل کر دیتا ہے، تو اس کو بدلے مین قتل نہین کرتے بلکہ اس سے دیۃ لیتے ہین، مگر یہان قتل کے واقعات شاذ ونادر ہی ہوتے ہین، یہان کے انتظامات بہت درست ہین"

چین کے شاہی خاندان مین اسلام نہین داخل ہوا، بجز اس تھوڑے حصہ کے جو چنگیز خان اور اس کی اولاد کے زیرنگین رہا، ابن خلدون نے ترکون کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"ان کی ایک چھوٹی سی سلطنت تھی جو ترکستان چینی اور کاشغر کے علاقون مین پھیلی ہوئی تھی، اس سلطنت کے ملوک اس دیار مین بہت زیادہ اسلام پھیل جانے کے بعد اسلام لائے، ان مین اور سامانیون مین جو بنی عباس کی طرف سے ماوراءالنہر علاقہ مین حکومت کرتے تھے ہمیشہ صلح و

[۱] شریف حسین ان سیاحون مین ہے جنھون نے سالہاسال ایشیا کا سفر کیا ہے، یہ سیاح کئی سال تک چین مین بھی رہا تھا، (صبح الاعشیٰ)

جنگ رہا کرتی تھی"

یحیٰی ابن علی انسابی کاتب جلال الدین خوارزم شاہ نے تاریخ خوارزم مین لکھا ہو کہ چین قدیم زمانے سے نو ٹکڑون پر منقسم ہے، ان مین سے ہر ایک ٹکڑے پر ایک سردار حکومت کرتا ہو، جو انکی اصطلاح مین خان کہلاتا ہو، یہ خان اعظم کا نائب ہوتا ہو، چنگیز خان بھی ایک صوبہ دار خان تھا، اس نے طاقت حاصل کرلی، اور خان اعظم ہوگیا، مدت تک اسکی اولاد مسلمانون کی بیخ کنی مین مصروف رہی، یہان تک کہ اللہ نے ہدایت دی اور ان مین سے ایک بادشاہ نے اسلام قبول کرلیا،

ابن خلدون نے جہان ترکستان، کاشغر اور ماوراء النہر مین چغتائی سلطنت کا ذکر کیا ہو، ان کے متعلق لکھتا ہو کہ یہ سب پہلے مجوس تھے اور مسلمانون سے سخت بغض رکھتے تھے، مگر جب ترماشین تخت پر آیا تو ۷۲۵ھ مین اسلام لے آیا اور مسلمانون کی فلاح و بہبودگی مین بڑی دلچسپی لینے لگا، اس کے بعد سے سلطنت کا مذہب اسلام رہا،

ابو الفداء نے اپنی تاریخ مین دمرشس خان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہو کہ دمرشس خان چنگیز خان کی اولاد سے تھا، جب دوشی خان نے انتقال کیا تو اس کی جگہ ناطو خان تخت نشین ہوا اس کے بعد اسکا بیٹا طرطو خان تخت پر آیا، اس بادشاہ نے کوئی اولاد نہ چھوڑی اس لئے اس کی جگہ اسکا بھانجہ برکت خان وارثِ تخت و تاج ٹھہرا، برکت خان مولانا شمس الدین باخوری کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا، یہ بزرگ ان دنون بخارا مین مقیم تھے، یہین سے انھون نے برکت شاہ کو دعوت اسلام لکھ بھیجی تھی، اللہ نے اسکو ہدایت دی اور وہ مسلمان ہوگیا، مولانا سے ملنے کے لئے وہ بخارا بھی آیا تھا، اس کے ساتھ اور بہت سے غیر مسلم ملازمین بھی تھے، مولانا نے غیر مسلمون کے ساتھ ملنے سے انکار کردیا، اس کے بعد وہ اکیلا مولانا سے ملا، اس بادشاہ نے بہت سی مسجدین و خانقاہین تعمیر کرائین، اس کے بعد ازبک بن طغرلجاے اور خربندا و تکدار بن ہلاکو وغیرہ اسلام لائے، (Alisa Recloos) جغرافیہ

کی مشہور کتاب مین ہو کہ بلاد کانسو کے باشندے پہلے لاآما کے پرستار تھے، یہ نساطرہ کہلاتے تھے، جب ختائی بادشاہ مسلمان ہوگیا، تو اس کے ساتھ تمام شمالی و مغربی باشندے بھی اسلام لے آئے، اس کے بعد ان لوگون سے مشرقی ترکستان کے باشندے آ آ کر ملتے رہے، مسلمان مغلون کی بھی ایک بڑی جماعت ان مین آگر ملی، اس طرح چین مین مسلمانون کی کافی تعداد ہوگئی،

ابن بطوطہ جب چین آیا ہو، اس وقت مسلمانون کی بہت بڑی تعداد ہو چکی تھی، یہ آٹھوین صدی کا زمانہ ہو، اس وقت چین مین مسلمانون کی حالت کے متعلق اپنے سفرنامہ کے جزء چہارم مین لکھتا ہے:

"و فی کل مدینۃ من مدن الصین مدینۃ للمسلمین ینفردون فیہا بسکناہم ولہم فیہا المساجد لاقامۃ الجمعۃ وہم معظمون محترمون،

چین کے ہر شہر مین مسلمانون کا ایک الگ شہر آباد ہو، جسمین صرف مسلمان ہی رہتے ہین، وہان انکی جمعہ مسجدین ہین، مسلمان چینیون مین محترم و معظم شمار ہوتے ہین،"

سیاح موصوف شہر زیتونہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہو کہ یہان اور تمام بلادِ چین مین ہر شخص کے باغ اور اس کی کھیتیان اس کے مکان کے گرد ہین، جیسا کہ میرے وہان، سجلماسہ مین مکان اور کھیتی وغیرہ سب ایک ہی جگہ ہوتی ہو، یہان مسلمان غیر مسلمون کے ساتھ مل کر رہنا پسند نہین کرتے، بلکہ شہر کے ایک حصہ مین ان کی الگ آبادی ہوتی ہو، اس کے بعد ان علماء و افاضل کا ذکر کرتا ہے جن سے وہان ملاقات ہوتی ہو، لکھتا ہو کہ مین یہان تاج الدین اردبیلی سے ملا یہ بڑے فاضل و کریم آدمی ہین اس شہر کے قاضی یہی ہین، شیخ الاسلام کمال الدین عبد اللہ الاصفہانی سے ملاقات کی یہ بڑے ولی اللہ اور صالح بزرگ ہین، ان کے علاوہ تاجرون کا بھی ذکر کیا ہو، شرف الدین تبریزی ایک بہت بڑے تاجر کے متعلق لکھتا ہو کہ ان سے یہان ملاقات ہوئی، یہ وہی تاجر ہین جن سے مین نے ہندوستان مین قرض لیا تھا، یہ لوگ چونکہ کفار مین آباد ہین، اس لئے جب کوئی مسلمان بلاد اسلامیہ سے ان کے یہان آجاتا ہو

تو یہ بڑی قدر کرتے وہ جب تک ان کے یہان رہتا ہو خیر و برکت سمجھتے ہین،

چین کبری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہو کہ اس کے نواح مین مسلمانون کی بڑی آبادی ہو، ان کے شہر آباد ہین جنمین ان کی جوامع، بازار اور مدرسے ہین، چین کے ہر شہر مین ایک شیخ الاسلام اور ایک قاضی ضرور ہوتا ہے، ان کے تمام امور ان ہی سے متعلق ہوتے ہین، مین یہان ایک فاضل و دولتمند شخص اوحد الدین کے یہان مقیم ہوں،

شہر قنجنفو کے بارے مین لکھتا ہو، کہ مسلمان اس شہر مین تیسری فصیل کے اندر آباد ہین، یہان مین شیخ الاسلام ظہیر الدین قرلانی کے یہان ٹھہرا ہوا ہوں، یہ شہر چھ ٹکڑون پر منقسم ہے، دوسرے مین یہود و نصاریٰ آباد ہین، اور تیسرے مین مسلمان رہتے ہین، یہان ان کی بڑی بڑی مسجدین اور مدارس ہین، اس شہر مین عثمان بن عفان مصری کی اولاد کا ایک خاندان آباد ہے، یہان ان کی ایک خانقاہ بھی ہے، جو خانقاہ عثمانیہ کہلاتی ہے، یہ لوگ یہان کے باشندون مین سربرآوردہ و محترم شمار ہوتے ہین،

ان بیانات سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہو کہ چین مین اسلامی آبادی روز بروز بڑھتی ہی، اور آٹھوین صدی ہجری تک بہت کافی تعداد ہو چکی تھی، مگر ابتداے اسلام کے متعلق کوئی صحیح حال معلوم نہ ہو سکا ہے، کہ چین مین مسلمان کب کس طرح اور کیونکر پہونچے،

انگریزی اور دوسری یورپین زبانون مین اسلامی چین پر مجلدات و اسفار لکھے جا چکے ہین مگر وہان بھی ابتدائی واقعات کا فقدان ہے، اور یہ صحیح پتہ نہین چل سکا ہے کہ مسلمان بحری راستے سے پہونچے یا بری راستہ سے؟

مسٹر ثیر سان (Theer Sant) نے اپنی کتاب (Mohammadanism in China) مین لکھا ہے:-

کہا جاتا ہو کہ مسلمان چین مین ایک معزول شدہ چینی بادشاہ کی سازش سے آئے، اس نے پوشیدہ

طور پر ماوراء النہری علاقے سے کچھ مسلمانون کو اپنے پاس بلالیا، اور ان کی مدد سے اپنی چھوٹی سی ریاست قائم کرلی، یہی وجہ ہے کہ چینی فوج و محافظین قلعہ مین مسلمانون کی تعداد زیادہ ہے، اور امرا و قواد مین صرف مسلمان ہی مسلمان نظر آتے ہین،"

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے بیان کے مطابق مسلمان چین مین تجارت کے ذریعہ داخل ہوئے، عباسیون کی حکومت کے ایک مضبوط و مستحکم حکومت ہو جانے کے بعد مسلمانون کی بحری تجارت نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ ہونے لگی، چنانچہ ان کے جہاز خلیج فارس سے سواحل چین و ہند تک آتے جاتے رہے، اس طرح روز بروز باہمی اختلاط نے اس مذہب کی اشاعت شروع کردی، مگر اس کے بعد خشکی کی راہ سے بھی مسلمان شمالی چین مین آگئے،

"باقی"

تلخیص و تبصرہ

قدیم اردو بول چال

اردو زبان کی ابتدائی تاریخ کا مسئلہ گو اب تک زیر پردہ ہی، تاہم اسمین شک نہین کہ دار المصنفین نے گل رعنا (مولفہ مولانا سید عبد الحی صاحب مرحوم) جب سے شایع کی، لوگون کی ادھر توجہ ہوئی، صوفیون اور بادشاہون کے ملفوظات تلاش ہونے لگے، اور بہت سے فقرے ڈھونڈ کر نکالے جانے لگے، یہ شوق اب ہندوستان سے نکل کر یورپ تک پہونچا ہی، اور نٹیل اسٹڈیز آف لندن کے رسالہ جلد ۶ حصہ اول مین مسٹر گریہم بیلے (Graham Baily) کا ایک مضمون شایع ہوا ہی جسمین موصوف نے اردو کی مختلف کتابون سے اردو کے ان ابتدائی فقرون کو جمع کیا ہی، اور شاید بعض فقرے انھون نے خود بھی تلاش کئے ہین، وہ لکھتے ہین:-

"اردو کی ابتدا کے تمامتر حالات تقریبًا ادبی یا اسی طرح کی دوسری کتابون مین ملتے ہین تاہم دو قسم کی کتابین ایسی ہین جنمین قدیم اردو بول چال کے فقرے ملتے ہین، اول بزرگان دین کی سوانحعمریان (خصوصًا دکن اور گجرات مین) جن کے پیروون نے اُن کے اقوال اور حالات قلمبند کر لئے ہین اور کہین کہین ان کے اصل الفاظ کو بھی نقل کر لیا ہی، دوم فرشتہ اور ابو الفضل وغیرہ کی تاریخین جنمین ہمین بادشاہون کے منہ سے نکلے ہوئے اردو جملے ملتے ہین، اسمین شبہہ نہین کہ ادنےٰ طبقون مین بھی اردو اکثر بول چال مین استعمال کیجاتی تھی اگرچہ سرکاری زبان فارسی ہی تھی، ان پرانے اردو فقرون مین سے چند محمود شیرانی

شمس اللہ قادری اور عبد الحی ندوی کی تصنیفون مین ملتے ہین بعض مطبوعہ کتابون مین بھی پائے جاتے ہین، اور بعض قلمی نسخون سے لئے گئے ہین، گو ان فقرون کی قدامت کا تعین ہم نہین کر سکتے تاہم وہ ہمارے شکوک کے باوجود کافی دلچسپ ہین، اگر پورے طور پر چھان بین کیجائے تو اس قسم کے اور بہت سے فقرے ہکو مل سکتے ہین،

بول چال کے فقرون مین سے پہلے مین ایک شعر نقل کرتا ہون، جس کے متعلق کہا جاتا ہی کہ وہ بابر کے ترکی دیوان سے لیا گیا ہے، اسکا ڈیڑھ مصرع اردو مین ہی،

مجکا نہ ہوا کچ ہوس مانک دموتی ‖ فقرا ہلینہ بس بولغوسیدو پانی روتی

(یعنی مجھکو کچھ جواہر اور موتی کی خواہش نہین ہی، فقرا کو پانی اور روٹی کافی ہی) بابر کے دیوان کا یہ قلمی نسخہ نواب صاحب رامپور کے کتبخانہ مین ہی، اور وہ ۱۵۲۹ء کا لکھا ہوا ہی، شیخ فریدالدین گنج شکر (متوفی ۱۲۶۶ء) اپنے ایک دوست کو "بھیا" کہا کرتے تھے، آپ سے دریافت کیا گیا کہ ذہن کا مقام کہان ہی، فرمایا "بیچ سر کے" خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی (متوفی ۱۳۵۶ء) نے ایک دوسرے بزرگ سے انکا موازنہ کرتے ہوئے اپنے خلیفہ سے فرمایا "تم اوپرے تلے" (فرشتہ) خواجہ بندہ نواز کا ایک جملہ آپ کے ایک مرید عبد اللہ بن رحمان چشتی نے اپنی تصنیف "عشق نامہ" مین نقل کیا ہی:-

"بھوکون موے سو خدا کچھ پرتا ہی، خدا کو اپنے کی استعداد اور ہی" ایک روز ایک دوست نے آپ سے کہا "خواجہ برہان الدین بالا ہی" آپ نے جواب مین فرمایا "پونو کا چاند بالا ہی" (یعنی پورا چاند بلند ہے)

تاریخ فیروز شاہی کی روایت ہی کہ فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱ء) نے سندھ فتح کرنیکے بعد یہ کہا "برکت شیخ دیا"

---

[1] معارف:- مضمون نگار کو غلط فہمی ہوئی، یہ فقرہ فیروز شاہ تغلق نے نہین کہا تھا، بلکہ ۷۵۲ھ مین محمد شاہ تغلق کے سندھ پر حملہ کرتے ہی وفات پا جانے اور ۷۶۲ھ مین فیروز شاہ تغلق کے حملہ سندھ کے ناکام رہجانے پر سندھیون نے کہا، (دیکھو فیروز شاہی سراج عفیف ص ۲۳۱ کلکتہ)

[2] معارف:- دیا کی جگہ تھیا چاہئے،

اک موا اک تہا" (یعنی شیخ کی برکت سے ایک مرگیا ایک نہ مرا[1]) فیروز شاہ تغلق[2] کے جانشینون نے ان غلامون مین سے بیشتر کو نکال دینے کے احکام صادر کئے، جنھین فیروز شاہ ہندوستان کے دوسرے حصون سے لایا تھا، بہت سے روپوش ہوگئے، اور جب گرفتار کئے گئے تو انھون نے دہلی کے باشندے ہونے کا دعویٰ کیا، چنانچہ انکا امتحان یون لیا گیا، کہ ان سے "خرا کھری"[3] صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنے کو کہا گیا لیکن وہ اسے اصلی باشندگان شہر کی طرح نہ ادا کرسکے، قطب عالم گجرات کے مشہور بزرگ جنکا وصال سنہ ۱۴۴۶ء اور سنہ ۱۴۵۳ء کے درمیان ہوا، ان کے صاحبزادہ کا نام سراج الدین تھا، شاہ بارک اللہ چشتی نے برہان الدین کا نام شاہ عالم رکھا، یہ سنکر ان کے والد نے فرمایا "چشتیون نے پکائی اور بخاریون نے کھائی" قطب عالم اور شاہ عالم بخاری تھے،

مراۃ سکندری مین چھ جملے منقول ہین، ان مین سے دو قطب عالم کیجانب منسوب ہین جنکا ذکر ابھی ہوچکا ہے، ان جملون کی تاریخ تقریباً سنہ ۱۴۳۰ء ہے، ایک روز فجر کی نماز کو جاتے ہوئے انکا پیر کسی ٹھوس چیز سے زخمی ہوگیا جو زمین پر پڑی ہوئی تھی، انکی زبان سے بیساختہ یہ فقرہ نکلا "لوہے یا لکڑ یا پتھر یا کیا ہے" دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ شہابیہ کا ایک ٹکڑا تھا جسمین ان تینون کی صفتین پائی جاتی ہین، جب ان کے صاحبزادہ شاہ عالم کی خسوبہ کو محمد شاہ فرمانروائے گجرات نے لے لیا، اور دوسری بہن کی نسبت جو حسن وجمال مین کمتر تھی شاہ عالم سے ہوئی، تو انھون نے اپنے والد سے شکایت کی، اس پر قطب عالم نے فرمایا "بیٹے تسا نصیب دُہون دیجہ" (یعنی بیٹے تیری قسمت مین دونون ہین) یہ پیشینگوئی

[1] معارف:- ترجمہ بھی صحیح نہین، صحیح یہ ہو کہ ایک مرگیا ایک بھاگ گیا،

[2] معارف:- حافظ محمود شیرانی نے اپنی کتاب "پنجاب مین اردو" صفحہ ۵۸ مین اس موقع پر سلطان فیروز شاہ خلجی سنہ ۱۲۹۰ء - سنہ ۱۲۹۵ء کا نام لکھا ہے جو صحیح نہین، سلطان فیروز شاہ تغلق چاہئے، اسی طرح سنہ ۱۲۹۵ء مین فیروز شاہ خلجی کا نام سندھ کے فتح کے سلسلہ مین حافظ صاحب نے لکھا ہے وہ بھی انکا سہو قلم ہے،

[3] معارف:- صحیح "کھرا کھری"

پوری ہوئی، کیونکہ بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ اپنی بہن شاہ عالم کی بیوی کے پاس چلی گئی، اور اس بہن کے انتقال کے بعد اس نے شاہ عالم سے نکاح کرلیا،

ایک دوسرا جملہ خود شاہ عالم کی طرف منسوب ہے، سلطان احمد شاہ بادشاہ گجرات نوعمر شہزادون مین سے ایک شہزادہ محمود شاہ نامی کی جان کا خواہان تھا، محمود شاہ کو شاہ عالم نے اپنے مکان مین پناہ دے رکھا تھا، بادشاہ بغیر اطلاع شاہ عالم کے مکان پر پہونچ گیا، لیکن اس ولی اللہ نے اس لڑکے کو ایک مرد بزرگ بنادیا، جس وقت بادشاہ اندر داخل ہوا، شاہ عالم نے لڑکے سے کہا "پڑھ ڈوکرے" (یعنی پڑھ بڈھے) لڑکے کو نہ پاکر احمد شاہ واپس گیا، یہی محمود شاہ سنہ ۱۴۵۹ء سے سنہ ۱۵۱۱ء تک گجرات کا حکمران تھا،

ایک مرتبہ اپنی توہین پر اس نے کہا "نیچی بیری ہر کوئی جھبورے" سکندر شاہ کی طرف جو ولیعہد سلطنت تھا، اور بعد مین ڈھائی ماہ کے لئے گجرات کا بادشاہ ہوا، یہ قول منسوب کیا جاتا ہے، "پیر موا مرید جوگی ہوا"

جب بہادر شاہ بادشاہ گجرات کو رومی خان کی نمکحرامی سے سنہ ۱۵۳۵ء مین ہمایون کے مقابلہ مین شکست ہوئی تو اس کا طوطا ہمایون کے ہاتھ آیا، جس وقت رومی خان کی آمد کی اطلاع ہمایون کے سامنے کی گئی، طوطے نے چیخنا شروع کیا "پھٹ رومی خان حرامخور پھٹ رومی خان حرامخور" (یعنی لعنت ہے رومی خان نمکحرام پر) معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقرہ طوطے نے بہادر شاہ کے محل مین اکثر سنا تھا، شیخ وجیہ الدین علوی بھی گجرات کے ایک بہت بڑے بزرگ تھے، ان کے مریدون نے ان کے اقوال کو بحر الحقائق نامی ایک کتاب مین جمع کیا ہے، ان مین سے بعض حسب ذیل ہین، یہ سنکر کہ شیخ فضل اللہ نے درس دینا ترک کردیا، انھون نے فرمایا "جب ترقی پکڑین گے، تب آپ سے درس دیگے" دوسرا مقولہ یہ تھا "اس سے اور کیا خوب ہے، اس دنیا مین کہ دل خدا سو مشغول ہووے" پھر فرمایا "عارف اسے کہوے جو خدا سے بھریا ہووے" ایک اور موقع پر فرمایا "اگر کسی کو تھوڑی بھی صفا ہوئے، جو حرام لقمہ کھاوے یا حرام فعل کرے تو تنگ پاوے، دوجے بار بھی پاوے، تیجے بار بھی پاوے" شاہ ہاشم علوی شیخ وجیہ الدین کے بھتیجے تھے، ان

اقوال ایک مرید نے مقصود العاشقین مین جمع کئے ہین، ان مین سے تین یہان نقل کئے جاتے ہین:-

"دنیا چھوڑے شیخ کہاے یہ حجاب تجھ بھوے ناے
دینی شیخی سو یک میدان پہلے جھوٹے دوجے شیطان"

"ہاشم جی کی سنئے بات، جنے رکھی باسی بھات، اس کا جاوے ہاتے ہات"

"باپ کے اتنا دیوے سو پوت، باپ نہ دیوے سو سپوت، باپ کا دیا چھینے سو کپوت"

اسی کتاب مین شاہ نظام الدین کا جو وجیہ الدین کے شاگرد تھے یہ مقولہ منقول ہو،

نظام بندگی کرے تو کیا ہوے، اول جس کا نہ دل صفا،
جامہ سوندے مین ڈوب رہا، اسے خوشبو لگائے تو کیا نفع
(خوشبو)

"ع نہ"

ہندوستان مین اسلام کی موجودہ حالت پر عیسائی نقطۂ نگاہ سے تبصرہ

ہندوستان مین جدید تعلیم کا رواج عیسائی انگریزون نے جس غرض سے دیا تھا اُس کا مقصد یہ تھا کہ رفتہ رفتہ اس زہر سے مسلمانون اور ہندؤن کے پرانے مذہبی جذبات فنا ہو جائین گے، اور وہ ہندوستان مین چین کی نیند سوئینگے لیکن فطرت اپنے انتظام سے معطل نہین کیجا سکتی، مذہبی جذبات تو فنا ہو گئے، مگر ان کی جگہ سیاسی قومی اور وطنی جذبات نے لے لی، اور نتیجہ وہی ہوا، گو عام سیاسی انگریزون کا منشا اس جدید تعلیم کی اشاعت سے سیاسی فوائد تھے، مگر عیسائی مشنریون کو خوشی یہ تھی کہ وہ جدید تعلیم یافتہ مسلمانون کے اسلامی جذبات سے سادہ قلوب پر اپنی مسیحائی کا نیا نقش رقم فرمائین گے، ہم ذیل مین امریکہ کے مشہور مشنری رسالہ اسلامک ورلڈ اپریل ۱۹۳۱ء کے ایک مضمون "ہندوستان مین اسلام" کا آخری حصہ نقل کرتے ہین، جس سے معلوم ہوگا کہ وہ مسلمان بد اندیش جو محض ذاتی نام و نمود کے لئے اصلاح کے نام سے اسلام کی بربادی کے لئے کوشان ہین، عیسائی مشنریون

کو ان کی کوششون کے ساتھ کس قدر توقعات قائم ہین، اس سلسلہ مین علی گڈھ کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے، اسکی صداقت پر ہمکو غور کرنا چاہئے، وہ لکھتا ہو:-

"مسیحی مبلغون اور ان تعلیم یافتہ مسلمانون کی جنھون نے دین عیسوی قبول کر لیا ہو، اور کالج کے پروفیسرون کی یہ متفقہ رائے ہے کہ دوسرے مذاہب کی طرف سے مسلمانون کی فطری بے تعلقی اور اجتناب کے ساتھ ساتھ اُن مین نرمی اور فراخ دلی روز بروز زیادہ پائی جا رہی ہو، اور مذہبی روشنخیالی کا مطالبہ زیادہ کثرت سے ہو رہا ہو، مسیحی تبلیغ اور عیسائیت سے متعلق جو قدیم اندیشے تھے ان مین کمی ہو رہی ہو، مسلمان طلبہ ایک خاص حالت مین ہین، ان مین سے اکثر کے سامنے تو صرف سند اور روٹی حاصل کرنیکا سوال ہو، اگر طالب علم مذہبی ہو، تو اس مین مذہب کا جوش پایا جاتا ہو، لیکن بہتیرے تو محض بے تعلق اور لاپروا ہین، مخالف خیالات و آراء کی باہمی جنگ مین وہ اسلام مین کوئی دلکشی نہین پاتے، کیونکہ اسلام فی نفسہٖ اطمینان بخش نہین ہو، اس سے حقیقی روحانی غذا نہین حاصل ہوتی،

گورنمنٹ کالجون کے بہ نسبت، مشنری کالجون مین مذہبی دلچسپی زیادہ پائی جاتی ہو، کیونکہ گورنمنٹ کالجون مین مذہبی حرارت فنا کر دی جاتی ہو، اور مسیحی کالجون مین یہ کم و بیش قائم رکھی جاتی ہو، علی گڈہ پر مین نے خاص توجہ صرف کی تھی، مگر اسکی مذہبی حالت کی طرف سے مجھے مایوسی ہوئی، سر سید احمد خان کا حوصلہ یہ تھا کہ جدید تعلیم کو اسلامی تمدن اور عقائد کی بنیاد پر قائم کرین، یہ خیال ان کے اس مقولہ سے ظاہر ہوتا ہو کہ فلسفہ ہمارے داہنے ہاتھ مین ہوگا، سائنس بائین ہاتھ مین، اور توحید کا تاج ہمارے سر پر ہوگا، ان کا حوصلہ پورا نہ ہوا، اسلام یعنی مذہب علی گڈھ کی زندگی کا حیات بخش اور اخلاق نواز عنصر نہین ہو، سر سید کے بعد علی گڈھ کو ایسے اشخاص نصیب نہ ہوئے، جنھون نے کم از کم اس کا تجربہ بھی کیا ہوتا، اس ناکامی کی وجہ شاید یہ بھی ہے کہ سر سید کا مقصد خالص مذہبی ہونے کی نسبت زیادہ تر تمدنی اور تعلیمی تھا، اور یہ ایک ایسی کمزوری ہو جو مذہب کے متعلق عام طور سے تقریباً تمام جدید تعلیم یافتہ مسلمانون مین

پائی جاتی ہی، مذہبی تعلیم علی گڈھ کے نصاب کا جس طرح پہلے ایک جز تھا، اب بھی ہی، نماز لازمی ہی لیکن
مذہبی مضامین سے دلچسپی کم لیجاتی ہی، اور نماز کی پابندی مین اکثر بے پروائی برتی جاتی ہی، یہ صورتِ حال
صرف علی گڈھ کے ساتھ مخصوص نہین، بلکہ تمام غیر سرکاری اسلامی کالجون کی یہی کیفیت ہی، ہر جگہ مین نے
یہی سنا کہ طلبہ عموماً دینیات کے سبق اور نماز سے بچنے کی غرض سے تمام ممکن عذرات پیش کرتے رہتے ہین، یہ
امر قابلِ افسوس ہی، مگر فطری ہی، جدید سائنس اور مذہب کا تعلق تمامتر مصنوعی اور خارجی ہی، مذہبی اساتذہ
اکثر قدیم طرز کے اشخاص ہین یا ایسے لوگ ہین جنکی آزاد خیالی متوسط اور غیر نفع بخش ہی، لہذا علی گڈھ سے جو
توقعات وابستہ تھین ان کے پورا نہ ہونے پر کثرت سے والدین کی شکایتین سنی جاتی ہین، علی گڈھ کے
متعلق انھین بھروسہ تھا کہ وہان جدید دنیوی تعلیم کا نتیجہ عقائد کی بربادی نہ ہوگا، لیکن وہ دیکھتے ہین کہ
کس کثرت سے وہان کے گریجویٹ مذہب سے یکسر بے تعلق ہوکر واپس آتے ہین، بہر حال یہ تمام باتین
ایک عام کلیہ کی حیثیت سے نہین پیش کی گئی ہین، میرے تجربہ مین جو کچھ آیا وہ بالکل اتفاقی طور پر تھا،
مین صرف اپنے خیالات کا اظہار کر دیتا ہون اور ساتھ ساتھ ایسے اشخاص کی رائین بیان کر دیتا
ہون جنھین مدتون اس قسم کے لوگون سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا ہی، ہر جگہ ایسے روشنخیال افراد ملتے
ہین جو اسلامی نظام اور مسلم قوم کے دقیانوسی اور موجبِ ننگ و عار عناصر کی بے تکلف نکتہ چینی اور
جدید روحانی آزادی کی وکالت کرتے ہین، اس موضوع پر "ہندوستان ٹائمس" کے کانگرس نمبر مین مسٹر
آصف علی کا ایک نہایت دلچسپ مضمون تھا، جس وجہ سے مین مجبوراً مسلمانون کی عام بے پروائی کی طرف خصوصاً
جو غیر سرکاری اسلامی ادارون مین برتی جاتی ہی، توجہ دلانا چاہتا ہون، وہ یہ ہی کہ ایسے بیانات سے جو
پروپگنڈا کی غرض سے استعمال کئے جاتے ہین، ہمیشہ گمراہی کا اندیشہ رہتا ہی، اصل زندگی سے ذاتی تعلق
ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے اسکا صحیح اندازہ ہو سکتا ہی، میرا تعلق اس قدر چند روزہ رہا ہی کہ وہ دماغ
انسانی کی غیر محسوس روح کے متعلق اظہارِ خیالات کرنے مین زیادہ قابلِ سند نہین ہو سکتا، آخر مین

اتنا کہونگا کہ ہندوستان مین اسلام ابتری اور تبدیلی کی حالت مین ہی"

معارف:۔ یہ اُسی قسم کی رائے ہے جو چودھوین اور پندرھوین صدی کے ہنگامہ آرا مذہبی
و سیاسی و تمدنی انقلابات کی وجہ سے جو اسلام کے تصادم سے عیسائی مذہب مین پیدا ہوگیا تھا، عیسائیت
کے متعلق اُس وقت ظاہر کی جارہی تھی، ظاہر ہے کہ اسلام کی یہ موجودہ کیفیت اُس عہد کا نمونہ ہے جب
کوئی زندہ مذہب، کسی انقلاب کی خاطر وقت کے ان خیالات سے مطابقت کے لئے جد و جہد کرتا ہی
اور آخر کامیاب ہوتا ہی، "ع ز"

ایرانی فنون کی نمایش،

برلنگٹن ہاوس کی نمایش کے ساتھ ساتھ ایرانی صنعت کاری کی نمایش کا جو اہتمام کیا
گیا ہے، اور برٹش میوزیم کے مختلف شعبون سے ایرانی فن و صنعت کے جو نمونے حاصل کئے گئے
ہین، اب جبکہ یہ تمام سامان پہلی بار اکٹھا کیا گیا ہے، اکثر لوگون کو حیرت ہے کہ میوزیم مین کس
کثرت سے ایرانی صنعتون کے منتخب نمونے ہین، اگرچہ گنجایش نہ ہونے کے باعث پرسیپولس
(ایران کے قدیم دار السلطنت) کے سنگین مجسمون کے اجزا دو سے زیادہ نہ رکھے جا سکے، حالانکہ میوزیم
مین ان کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے، تاہم زمانہ قبل اسلام کی صنعت کے دوسرے
کارنامے جو پیش کئے گئے ہین، وہ نہایت دلچسپ ہین، قدیم کوزہ گری کے نمونون کے علاوہ یہ
خاص چیزین نمایش مین رکھی گئی ہین:۔

الاباسٹر کا بنا ہوا مٹکا جو ہلیکارنیسس (HALICARNASSUS)
مین پایا گیا تھا، اور جس پر کخیسرو کا نام تین زبانون اور مصر کے تصویری خط مین لکھا ہوا ہے،
لورستان کے کانسے کے برتن جو حال مین دریافت ہوئے ہین، مہرین، جواہرات، اور سکے،
اور سب سے بڑھکر "خزانہ آکسس" مع اپنے لاجواب طلائی اور نقرئی ظروف کے، عہد اسلامی کی صنعتون

ہین کوزہ گری دھات کے کام سے قلمی کتابین، تصویرین اور جلد سازی کے نمونے ہین، مٹی کے برتن نوین صدی سے اٹھارہوین صدی تک کے بنے ہوئے ہین، ان پچپن قلمی نسخون سے جو منتخب کئے گئے ہین، تیرہوین صدی سے انیسوین صدی تک کی ایرانی مصوری کی رفتار معلوم ہوتی ہے، عباسی طرز (تیرہوین یا چودہوین صدی) بھی اچھی طرح دکھایا گیا ہی، ایرانی قلمی نسخون مین دو نسخے خاص اہمیت کے ہین، یہ ۱۳۹۶ء اور ۱۳۹۷ء کے ہین، اور غالبًا تیمور کے زمانہ کے یہی دو نسخے ہین جن سے یورپ کو واقفیت ہی، ان کے علاوہ نظامی کے تین نسخے ہین، ایک ۱۴۴۲ء کا جسمین بہزاد کی تصویرین ہین، دوسرا اندرہوین صدی کے آخری حصہ کا جسمین قاسم علی اور دوسرون کی بنائی ہوئی تصویرین ہین، اور تیسرا ۱۵۳۹-۴۳ء کا جسے میرک اور سلطان محمود کے دوسرے اساتذۂ وقت نے مصور کیا تھا، علاوہ ازین مصوری اور نقاشی کے پچاس اور نمونے ہین، جنمین ایران کے حسن فن کا مطالعہ اچھی طرح کیا جا سکتا ہی،

(برٹش میوزیم جرنل)

آثار علمیہ و ادبیہ

مکتوبات محمد علی

مکتوب اول

بنام سید سلیمان ندوی

مولانا محمد علی مرحوم کو سب سے پہلے ۱۹۱۰ء مین اس وقت مین نے کلکتہ مین دیکھا جب بلقان کے ہنگامہ کے سلسلہ مین کامریڈ پر مظالم بلقان کی اشاعت کا جرم قائم تھا، اور وہ کلکتہ مین، کامریڈ کے ممنوعہ پرچہ کو پیش کرکے کلکتہ ہائی کورٹ مین اس کے لئے مقدمہ شروع کرانا چاہتے تھے، اور اسی کے لئے وہ کلکتہ آئے تھے، الہلال کے دفتر مین یہ نیم ملاقات ہوئی پھر ۱۹۱۲ء مین قیصر باغ لکھنؤ مین مسلم یونیورسٹی کی بحث الحاق اور وائسرائے کے ویٹو پاور کے طے کرنے کے لئے جو عظیم الشان جلسہ ہوا تھا جسمین ایک دن کے بعد دوسرے دن کی صبح کو مرحوم نے "ایک بلینک چک" پر مسلمانون سے دستخط مانگے تھے، مین نے انکو دیکھا، پھر ۱۹۱۳ء مین دار العلوم ندوہ کے طالب علمون کی مشہور اسٹرائک مین جسمین قومی درسگاہون کے مہتمم اور سرکار پرست ایک طرف، اور طالب العلم اور طرابلس و بلقان و کانپور کے ہنگامون کے پرجوش احرار دوسری طرف تھے، اور اس کے لئے تمام ملک مین شورش برپا تھی، اس کی مصالحت کیلئے مسیح الملک مرحوم نے دہلی مین اہل ملک کا ایک نمایندہ جلسہ طلب کیا تھا، اور انھین نے اسکا انتظام کیا تھا، درسگاہون کے مہتممون اور منتظمون کی طرف سے صاحبزادہ آفتاب احمد خان مرحوم نے جلسہ مین

تقریر کی، اور طلبہ اور احرار کی طرف سے محمد علی مرحوم نے جواب دیا، اور اس مین صاحبزادہ مرحوم کی طرف اشارہ کرکے محمد علی مرحوم نے کہا تھا کہ اگر "استبداد مجسم" دیکھنا ہے تو ادھر دیکھو" افسوس نہ اب وہ استبداد مجسم باقی ہے نہ حریت مجسم" صرف ان کی یاد باقی ہے، طلبہ نے مرحوم محمد علی کے ایک تار پر اپنی اسٹرائک بند کرکے انکے ہاتھ مین اپنا فیصلہ دیدیا تھا،

اس کے بعد جنگ عظیم کے زمانہ مین وہ نظر بند ہو کر چھنڈواڑہ گئے، اور اتفاق سے ۱۹۱۷ء مین ناگپور مین ندوۃ العلماء کا سالانہ اجلاس تھا، وہان ایک مخفی قاصد نے آکر مجھے اور میرے عزیز ترین دوست مولانا مسعود علی صاحب ندوی کو چھنڈواڑہ کی دعوت دی، جس طرح ڈرتے ڈرتے یہ سفر منزل مقصود تک طے ہوا، وہ اب تک یاد ہے، صبح کو اس مسجد مین پہونچے، جہین بڑے مولانا صاحب" (شوکت علی صاحب) اور چھوٹے مولانا صاحب (محمد علی مرحوم) (چھنڈواڑہ مین یہ ان کے نام تھے) نماز پڑھنے آتے تھے، گھر پر ملاقات ہوئی، اس وقت ان دونون بھائیون پر ڈاکٹر سر اقبال کی تازہ مثنوی "رموز بیخودی" کا نشہ چھایا ہوا تھا،

وہان سے واپسی کے بعد باہم خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا، محمد علی مرحوم خط لکھنے مین اور خط کا جواب دینے مین بہت سست تھے، وہ ضروری خطوط کا جواب انتظار کا پورا وقت گذار کر آخر لمحہ مین دو پیسہ کے بجائے بارہ آنے خرچ کرکے تار پر دیا کرتے تھے، اور اگر جواب لکھنے بیٹھ گئے تو دو سطری جواب کے بجائے صفحون مین جاکر اسکو تمام کرتے تھے،

آج کل ہمارے فاضل دوست مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی مولانا محمد علی مرحوم کی مکمل و مفصل سوانحعمری کا اہتمام کر رہے ہین، اس لئے مرحوم کے ان خطوط کی جو ان کے ابتدائی حالات اور روز افزون مذہبی جذبات کے تغیر و انقلاب کا آئینہ ہین اشاعت مفید ہوگی،

"پیغامبر ملک سبا یعنی سلیمان کا "تحفہ" مطبوعہ غزل ہی جو یوسف زندان" یعنی محمد علی کی غزل کے جواب مین لکھی گئی، اور معارف مین یہ سب غزلین اسی زمانہ مین چھپی تھین،

"سلیمان"

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁

چھنڈواڑہ (ممالک متوسط) ۱۳ر جولائی ۱۸ء

برادرم۔ السلام علیکم،

محجوب ہون کہ آپکے محبت نامہ اور ارض القرآن اور معارف کی رسید تک کم و بیش تین ہفتہ گذر جانے سے پیشتر نہ ارسال کر سکا، شکریہ ادا کرنا تو دوسری بات ہی، افسوس ہی کہ اس وقت بھی فرصت اس قدر کم اور پریشانی اس قدر زیادہ ہی کہ جس قسم کی مفصل تحریر ارسال کرنے کا ارادہ تھا وہ اب بھی نہین لکھ سکتا، ابتدائے مئی سے میری ایک لڑکی سخت علیل ہی، پہلے فصلی بخار مین مبتلا معلوم ہوتی تھی، تین ہفتہ کے بعد طبیعت درست ہوئی تھی، اور وہ بھی ڈاکٹری علاج سے تھک کر ہومیوپیتھی کی طرف رجوع کرنے کے بعد، اور جو تکلیف اس بچی کو اس عرصہ مین ہوئی تھی اس نے صاف ظاہر کر دیا تھا کہ مرض شدید ترین صورت مین آیا تھا، لیکن دو ہفتہ بھی بخار سے نجات نہ ملی تھی کہ پھر اسی مرض مین مبتلا ہوئی اور اس بار کی شدت مرض اور تکلیف نے پہلے بار کی شدت اور تکلیف کو بالکل بھلا دیا، ہومیوپیتھی سے ابتدا ہوئی، مگر بے سود، ڈاکٹری علاج شروع کیا گیا اور یہان تک نوبت پہونچی کہ جب کونین کی معمولی خوراک سے کام نہ چلا اور جاڑہ بخار دن رات مین چار چار پانچ پانچ بار آنے لگا، اور ۱۰۴ اور ۱۰۵ ڈگری سے بھی حرارت متجاوز ہونے لگی تو اس چھ سات برس کی بچی کو دس بارہ دن تک ۲۰، ۲۴ گرین بلکہ اس سے بھی زیادہ کونین روز دیجانے لگی، بخار کم ہوا، اور جاڑا جاتا رہا، مگر حرارت کچھ نہ کچھ روز ہو جاتی ہی، اب مستقل سول سرجن جو دو ماہ کے لئے ناگپور چلے گئے تھے واپس آئے ہین، انھون نے تشخیص کی ہی کہ مرض انٹرک (موتی جھرا) ہے مگر اب اس کا ڈھال شروع ہو گیا ہی، سوائے اس کے کہ آنتون کو دوا سے صاف کیا جاتا رہی، کوئی علاج نہین، بخار کے ٹوٹنے کا انتظار ہی، لیکن چونکہ بار بار حرارت کا اندازہ کرنا اور دوائین بدل بدل کر دینا اب ضروری نہین، اس لئے اتنی فرصت مل گئی ہی کہ آپ کو یہ عریضہ ارسال کر سکون، خداوند کریم کو منظور ہی تو ہفتہ عشرہ بعد ارض القرآن کو بغور پڑھنے کے لئے اٹھاؤنگا اور معارف

کے تمام پچھلے پرچون کو بھی دیکھونگا، اس وقت تک تو صرف کہین کہین سے جستہ جستہ پڑھ لیا گیا ہی، مگر یہ بھی مشکوریت اہلِ اسلام کے اظہار کے لئے کافی ہی، خداوند دو عالم آپکو اجر دیگا، پہلے حصہ مین بنی اسرائیل قبل از خروج و زمانہ خروج و بعد از خروج کے حالات کیون شامل نہین کئے گئے، اور انڈکس کیون غائب ہی، مکرمی یورپ سے کم از کم انڈکس تو ضرور ہی اخذ کر لینا چاہیے، مجھے خود قرآن پاک کی انڈکس کی ضرورت ہوتی ہی، تو انگریزی تراجم مین دیکھنا پڑتا ہی، اس کمی کو ضرور پورا کر دیجئے، اگر قوم کی عام حالت نے اپنی طرف متوجہ نہ کر لیا ہوتا، تو مین بھی شاید دار المصنفین مین شرکت کا استحقاق پیدا کرنے کی کوشش کرتا، مطالعہ کا شوق عرصہ سے ہے اور آکسفرڈ نے تحقیق کی طرف اور بھی بہت کچھ کھینچا، مگر جس قوم کے عمل کی حالت اس قدر زبون ہو، پھر اس کی علمی حالت پر کہان غور کیا جا سکتا ہے، مجبور ہو کر اس کوچہ کو دور ہی سے سلام کیا، میرا ارادہ تھا کہ بجائے معمولی بی اے کی ڈگری لینے کے مین آکسفرڈ [illegible] کی ڈگری (بیچلر آف لٹریچر) حاصل کرون، اور اسی لئے مین نے حسب قواعد یونیورسٹی درخواست دی کہ مجھے اس کی امیدواری اور اس کے لئے تیاری کے لئے اجازت دیجائے اور تحقیق کے لئے نور الدین زنگی اتابک موصل کی سیرۃ اور کارنامے اور اس کے زمانہ کے حالات کو انتخاب کیا، بشپ اسٹبس جو آکسفرڈ کے بڑے نامور محقق و مورخ تھے اس جلسہ مین موجود تھے جسمین میری درخواست امیدواری پیش ہوئی اور انھون نے اس موضوع کو بہت پسند کیا، اور کہا کہ میرا بھی جی چاہتا ہی کہ اس پر تحقیقات کے سلسلہ کی ابتدا کرون، اجازت ملنے کے لئے شرط تھی کہ یا تو آکسفرڈ یا اسی کے برابر کی کسی یونیورسٹی کا گریجویٹ ہو، اس وقت مین صرف الہ آباد کا گریجویٹ تھا، مگر خاص رعایت کی گئی اور مجھے اجازت مل گئی اور کالج کے تمام درسون سے آزادی حاصل ہو گئی، پروفیسر مارگولیتھ (لعنۃ اللہ علیہ) میری امداد اور میری تحقیق کی جانچ کے لئے یونیورسٹی کی طرف سے مقرر کئے گئے، مگر سول سروس کے امتحان مین ناکامی کے بعد یہ خیال ہوا کہ تحقیقات کو کون پوچھیگا، بہتر ہے کہ معمولی ڈگری پر قناعت کیجائے، چنانچہ بلا مزید تیاری کے بی اے کے امتحان مین شریک ہو گیا، اور پاس ہوتے ہی واپس

ڈرتا ہون، جو اصلی ہستی ہی، اور اُس گروہ سے الگ ہی، جنکی اصلیت اس سے کچھ زیادہ نہین کہ (اسماء سمیتموھا انتم و اٰباکم ما انزل اللہ بھا من سلطان) مگر ابتدائے عشق ہی، خدا انجام بخیر کرے، اب رخصت ہوتا ہون،

والسلام

آپکا نیازمند

محمد علی

مکرر یہ کہ آپکو تو غالباً معلوم ہوگا کہ دار المصنفین کی تحریک مین ہی نے کانفرنس مین بمقام راولپنڈی پیش کی تھی اس سے ظاہر ہے کہ مجھے اس تحریک سے کس قدر دلچسپی ہی، افسوس کہ جب یہ پودا لگایا گیا مین نظربند ہونے کے قریب ہی تھا، اور اب جبکہ یہ بار آور ہو رہا ہی، اسی طرح نظربند ہون، تاہم اسکے حالات و ضروریات سے مطلع فرماتے رہیے، مین جن تصانیف یا تر[illegible] ضرورت محسوس ہوگی اس کے متعلق لکھتا رہونگا، تاکہ اگر آپ حضرات کو فرصت ہو تو اس طرف متوجہ ہون، سب سے زیادہ ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ مبارک کی ہی، اور اس سے کسی قدر زائد ہی ایک عمدہ صحیح اور ادبی حیثیت سے اعلیٰ درجہ کے مولود شریف اور شہادت نامہ کی، عوام کا مذاق درست کرنا خواص کی تصحیح سے کہین زیادہ ضروری ہی،

سال گذشتہ مین مین نے کوئی سولہ سترہ موقعون پر یہان محافلِ میلاد مین کچھ بیان کیا، یہان کے لوگ ہمارے ہان کے عوام سے بھی کم علمیت رکھتے ہین، اسلئے ان کے لئے واقعات کو اور زیادہ سہل الفہم طریقہ پر بیان کیا گیا، خوف تھا کہ لوگ اس پر بھی پرانے زمانہ کو زیادہ پسند کرین گے، اور اسی لئے اسکو بھی نباہا گیا، اور دوسرے صاحبون نے اس طریقہ پر بھی کچھ پڑھا اور کچھ گایا، مگر آپکو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ لوگ نئے طریقہ ہی کے مشتاق تھے، اور اسی کے منتظر رہتے تھے، اور نہایت کثرت سے شریک ہوئے،

"محمد علی"

اخبار علمیہ

بین الاقوامی تاریخی کانگرس

بین الاقوامی تاریخی کانگرس کا ساتوان اجلاس وارسا (پولینڈ) مین ۲۱ سے ۲۸ اگست ۱۹۳۳ء تک ہوگا، مقالات حسب ذیل عنوانون پر پڑھے جائینگے:۔

(۱) امدادی علوم، تاریخی کام کی تنظیم اور اسکے دفاتر (۲) احوال قبل زمانہ تاریخ اور علم آثار قدیمہ [illegible] قدیم، (۴) تاریخ قرون وسطی وعہد بازنطین، (۵) تاریخ جدید و تاریخ دور حاضر، (۶) مذہبی اور کلیسائی تاریخ (۷) تاریخ قانون و ادارات، (۸) معاشی، تمدنی اور نو آبادیاتی تاریخ (۹) تاریخ سائنس وطب، (۱۰) ادبی تاریخ، (۱۱) تاریخ فن، (۱۲) تاریخ طریقہ ونظریہ تاریخ (۱۳) تاریخ تعلیم (۱۴) تاریخ یورپ مشرقی،

امید ہے کہ ذیل کے مخصوص مضامین پر متعدد مقالات موصول ہونگے:۔

(۱) سلطنت بازنطینی مین نظام زمینداری (۲) تاریخ علوم سولھوین صدی مین (۳) مغرب کے ساتھ پولینڈ کے ادبی تعلقات (۴) مختلف ممالک مین مہذب استبداد، (۵) انیسوین صدی مین آبادیون کی ترقی، (۶) سرحد کے خیال کا ارتقاء (۷) شہرون کی ساخت (۸) امریکہ کی قدیم تاریخ (۹) فتح لمسکو (۱۰) امریکہ کی دریافت اور اسکا تعلق مشرقی یورپ کے ساتھ، (۱۱) بنک کے کاروبار کی تاریخ

ترکی مین جدید تعلیم،

اس وقت ترکی کے عوامی مدارس مین (۵۶۹۰۰۰) طلبہ تعلیم پا رہے ہین، لوگون نے اکثر مقامات پر اپنے ذاتی اخراجات سے ایسے مدارس قائم کرلئے ہین، امسال اس قسم کی (۱۲۶۹۲) مدارس جاری کئے گئے ہین (۱۱۰۰۳) اساتذہ تعلیم دیتے ہین، طلبہ مین عورتون کی تعداد (۱۹۹۱۵۶) اور مردون کی (۳۵۰۰۷) ہے، یعنی (۶۵) فیصدی مرد اور (۳۵) فیصدی عورتین ہین، دار المطالعے بھی مسلسل قائم کئے جارہے ہین چنانچہ اس وقت انکا شمار (۱۲۵۰) ہے، اور بہت سے امسال قائم کئے جائینگے، انکے علاوہ بہت سے کتبخانے بھی جاری کئے جائینگے، وزارت تعلیم نے (۱۱۵۰۰) لیرا[1] کے صرفہ سے (۵۶۹۱) کتابین خرید کر دار المطالعون کو دی ہین، حکومت ان تمام مواضعات مین مدرسہ کھولنے کا انتظام کر رہی ہے، جہان ابتک مدرسے نہ تھے، ایک اہم سوال مجلس اساتذہ مین جو انگورا مین منعقد کی گئی تھی، یہ تھا کہ رسم خط کی تبدیلی اور ترکی زبان کو سہل بنانے کے بعد قدیم لٹریچر کو نصاب مین داخل کرنا کہان تک مناسب ہوگا" آخر طول طویل بحث کے بعد یہ طے پایا کہ اسے بہت مختصر طور پر اور صرف ایک کورس مین پڑھانا چاہئے،

ایرانی تعلیم مین پارسیون کی امداد

مسلم آوٹ لوک کی اطلاع ہے کہ بمبئی کے پارسی محبان بنی نوع انسان نے چندے کرکے بڑی بڑی رقمین جمع کی ہین، اور ان کو حکومت ایران کے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ رفاہ عام کے مختلف کامون مین صرف کردیجائین، ایک لاکھ روپیہ زرتشتی یتیم خانہ اور مکتب کو دیا گیا ہے، اور اسی قدر لڑکیون کے مدرسہ کو ملا ہے، پندرہ ہزار قدیم ایرانی لٹریچر کے مطالعہ کی ترغیب کیلئے علیحدہ کردیا گیا ہے، ایک لاکھ کی رقم طہران مین لڑکیون کے ایک مدرسہ کو دی گئی ہے، پینتیس ۳۵ ہزار سے غربا کے لئے ایک طبی ادارہ کی

[1] ترکی کا ایک سونے کا سکہ،

تعمیر ہوگی، اور پچیس ہزار کی لاگت سے اسی ادارہ مین ایک شفاخانہ قایم کیا جائیگا اس کے علاوہ ۳ ہزار
طہران مین لڑکون کے ایک مدرسہ کو دیا گیا ہی، بنی نوع انسان کے ایک زرتشتی بہی خواہ نے طہران کی
زرتشتی لائبریری اکاڈمی کو دو ہزار کتابین پیش کی ہین، ان مین ایک بڑی تعداد ان کتابون کی ہی
جو تاریخ ایران اور علوم قبل اسلام سے متعلق ہین،

بلندی پر سر کیون چکراتا ہی،

یہ ایک عام تجربہ ہے کہ بلند مینارون پر اور پہاڑ کی چوٹیون کے کنارے کھڑے ہونے سے اکثر
آدمیون کے سر چکرانے لگتے ہین مسٹر میکس بیکر (انگلستان) نے اسکی تاویل یون کی ہی، کہ یہ کیفیت گرنے
کے خوف کے باعث نہین پیدا ہوتی، بلکہ اس کا سبب محض یہ ہے کہ آنکھ ایک ہی وقت مین دو چیزون
کو ماسکہ پر لانے کی کوشش کرتی ہی یعنی نظر بیک وقت اس نظارہ پر بھی پڑتی ہی، جو بہت دور نیچے واقع
ہوتا ہی، اور اس کنارہ پر بھی صاف دیکھنے والا کھڑا ہوتا ہی، مسٹر بیکر کے اس نظریہ سے ایک اور عجیب بات
سمجھ مین آجاتی ہی جسکا ذکر اکثر مشاہدہ کرنے والون نے کیا ہی یعنی ہوائی جہاز پر سے نیچے دیکھنے مین بہت کم
لوگون کو چکر آتا ہی، مسٹر بیکر کے خیال مین اسکی وجہ یہ ہے کہ نیچے بجز زمین کے نظر اور کہین پڑتی ہی نہین،
آنکھین صرف زمین ہی کو ماسکہ پر لاتی ہین، اور اسلئے اس فعل مین کوئی دوسری شئے مخل نہین ہوتی
لیکن جب نظر اس کے علاوہ مینار کی دیوار پر پڑتی ہی جسپر دیکھنے والا کھڑا ہوتا ہی یا پہاڑ کے اس ڈھال
پر جو اس کے پیرون کے نیچے واقع ہوتا ہی، تو نگاہ مین انتشار پیدا ہوتا ہے، اور یہی سر چکرانے کا
باعث ہوتا ہی،

ایک نئے قسم کا ہوائی جہاز

بہت دنون سے ماہرین فن ایک ایسے طیارہ کے بنانے کی کوشش مین ہین جو زمین سے بخط
انتصاب اوپر اڑ سکتا ہو، اور پھر اسی طرح بغیر کسی چکر کے نیچے اتر سکتا ہو، ایسے طیارہ کی پرواز کیلئے

بہت تھوڑی سی جگہ بھی کافی ہوگی اور بڑے بڑے میدانون کی ضرورت باقی نہ رہجائیگی، رسالہ مکینکل انجینرنگ
(نیویارک) کے ایک مقالہ سے معلوم ہوتا ہی کہ ایسی مشین آخر کار تیار کر لی گئی ہی، یہ طیارہ اگرچہ ابھی تجربہ کے
مرتبہ مین ہی تاہم کئی کامیاب پروازین کر چکا ہی، اسمین صرف ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ ہے، اور اس کا انجن
(۹۵) اسپی طاقت کا ہی، یہ ایک کیلومیٹر (۵/۸ میل) کے دور مین پرواز کر چکا ہی، اور ۸ منٹ ۴۵ سکنڈ تک ہوا
مین رہا ہی، یہ ایجاد فن ہوا بازی کی ترقی مین آیندہ بہت مفید ثابت ہوگی،

ایک عجیب و غریب درخت

ایک ایسا زبردست درخت کیلیفورنیا (امریکہ) کے جنگلون مین پایا گیا ہی جو اپنا جواب آپ ہے،
اس کی بلندی (۳۰۰) فٹ اور زمین سے پانچ فٹ اوپر تنے کا قطر (۳۰) فٹ ہی، اس کی چھال کی ضخامت
(۱۱) انچ ہی، اونچائی کے اعتبار سے یہ درخت غیر معمولی نہین ہی، جنگلون مین متعدد ایسے درخت دیکھے گئے ہین
جو (۳۰۰) فٹ سے زیادہ بلند ہین لیکن انمین سے کسی ایک کا قطر بھی اس درخت کے قطر کے برابر نہین ہی،
اور نہ ان کے تنے کا اتار چڑھاؤ اس قدر ہموار ہی جتنا اس درخت کا، مثلاً حال مین ایک درخت پایا گیا ہی
جس کی بلندی (۳۶۴) فٹ ہی، مگر قطر اس کا صرف ۱۲ فٹ ہی، برخلاف اس کے جو بات کیلیفورنیا کے
اس درخت کے ساتھ مخصوص ہی وہ اس کے تنے کی موٹائی ہی، زمین سے (۲۴۰) فٹ کی اونچائی پر بھی
اس کا قطر (۱۲) فٹ سے زیادہ ہی، اس مین سولہ فٹ کی لمبان کے چودہ لٹھے نکل سکتے ہین،

المپس کی تلوار

برٹش میوزیم نے حال مین کانسے کی ایک قدیم یونانی تلوار حاصل کی ہی جسکی خاص اہمیت یہ ہے کہ
وہ کوہ المپس کے قریب دستیاب ہوئی ہی، اسکی لمبان ۲۴ ½ انچ ہے، معلوم ہوتا ہی کہ پہلے اسکے دستہ مین دنبالہ
تھا، تعجب ہے کہ دستہ مین کیل کا کوئی سوراخ نہین ہی، دستہ کی دونون شاخین اور کنارے کاٹنے کے بنے ہوئے
ہین، یہ یونان کے عہد عتیق کا قدیم ترین حربہ ہی جو ابتک مل سکا ہی،

"ع ز"

باب التقریظ والانتقاد

سفرِ حجاز

مرتبہ مولینا عبد الماجد صاحب دریابادی،

پتہ دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ و الناظر بک ڈپو لکھنؤ ضخامت ۔۔۴ صفحے تقطیع متوسط قیمت عار

ہندوستان سے کم و بیش بیس ہزار حاجی ہر سال مکہ معظمہ جاتے ہین، ان مین دو چار ایسے صاحبِ ذوق ضرور ہوتے ہین، جو اپنے سفر کے واقعات اور اپنے دل کے جذبات کو کاغذ کے منظرِ عام پر لاتے اور دوسرون کو سناتے اور دکھلاتے ہین، اور ان سے اہلِ ضرورت حسبِ ضرورت فائدہ اٹھاتے ہین،

ہندوستان مین شاید شیخ عبد الحق محدث دہلوی پہلے بزرگ ہین جھنون نے ۹۹۶ھ مین اس سفر کی یادگار مین "جذب القلوب الی دیار المحبوب" کا تحفہ اہلِ وطن کے سامنے پیش کیا، اور جو کچھ وہان دیکھا تھا وہ یہان آکر دوسرون کو دکھایا، اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے ۱۱۴۴ھ مین "فیوض الحرمین" وغیرہ رسائل مین اپنے روحانی مناظر و مشاہدات کی کاغذ کے صفحون پر تصویر کھینچی لیکن سفرنامہ کی حیثیت سے شاہ صاحب کے ایک ذی رتبہ شاگرد مولانا رفیع الدین مرادآبادی قابلِ ذکر ہین جھنون نے ۱۲۰۲ھ مین حرمین کا سفر کیا اور احوال الحرمین کتاب لکھی،

اس نئے عہد مین ہر سال حاجیون مین سے کوئی نہ کوئی بزرگ واپس آکر اپنا سفرنامہ عموماً ترتیب دیتے ہین، اور ان مین مختلف پہلوؤن سے ہر صاحبِ ذوق اپنی پسند اور دلبستگی کی باتین لکھتے ہین،

خصوصیت کے ساتھ [illegible] صاحب [illegible] صاحب کا [illegible]

[illegible] دوست مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کی زندگی مین مدت سے بتدریج جو انقلاب ہو رہا تھا، میرے خیال مین اسکی تکمیل ۱۳۴۵ھ مین ہوئی جب وہ حجاز کے سفر کے لئے روانہ ہوئے، اور جو احوال و مشاہد انھون نے کتابون مین پڑھے تھے، انکا سفرِ حج مین جاکر براے العین مشاہدہ کیا، اور وہان جو علمی مشاہدات، قلبی کیفیات، اور روحانی تاثرات ان پر وارد ہوئے انھون نے اپنے اخبار سچ کے صفحات مین خطوط کی صورت مین منعکس کیا، موجودہ مجموعہ انھین مسلسل مضامین کا یکجا ذخیرہ ہے،

اس سے پہلے جو سفرنامے لکھے گئے تھے، یا وہ صرف عالمِ جذبات کی باتین تھین یا محض ایک سیاح و وقائع نگار کے روزنامچے تھے، یا فقیہانہ مسائل اور حج و مناسک کے ہدایت نامے تھے، یا حجاز و سفرِ حج کے لئے مسافرون کی گائڈ بکین تھین، اس سفرنامہ کی خصوصیت ان سب متفرق حیثیتون کی دلکش جامعیت ہے، سفرنامہ کے مختلف ابواب اور مباحث مین اس کا مصنف کہین مورخ ہے، کہین فقیہ، کہین محدث، کہین صوفی، کہین شاعر اور کہین سیاسی، غرض اس کتاب مین وہ سب کچھ ہے، جسکی حاجی کو اپنے سفر کے اتار چڑھاؤ کی مختلف حالتون اور کیفیتون مین ضرورت پیش آتی ہے، سفر کے واقعات، حج و مناسک کے مسائل، مختلف مقامات کی دعائین، سفر کے ضروری ہدایات، حجاز کے ملکی حالات، آمد و رفت، اور سفر کے وسائل، سواری، پانی، کرایہ، مکانات، مطوفین، راستے، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے شہری حالات، امکنۂ مقدسہ اور وہان کے ضروری آداب، یہ تمام ضروری معلومات اس مین یکجا ہین،

لیکن اس سفرنامہ کی اصلی حیثیت اور حقیقی عزت میری نگاہ مین دو باتون سے ہے، ایک اسکی انشا پردازی کہ مصنف کے قلم نے اس مین انتہائی سادگی کا کمال حسن دکھایا ہے، سہل الفاظ، سادہ ترکیبین

اور [illegible] بہت کافی ہی، دوسری چیز وہ تاثرات اور وجدانیات ہین جو [illegible] زبان مین [illegible] کہ صاحب دل مصنف نے کاغذ کی سطح پر اپنے دل کے ٹکڑے پھیلا دیئے ہین،

مین تو سفرِ حجاز کی یہ بھی برکت سمجھتا ہون کہ ان کے قلم نے ان کے دل کی ایسی [illegible] روح نے جسم کا ایسا قالب اختیار کیا ہی، کہ باطن ظاہر، محجوب منکشف، اور نادیدہ، دیدنی ہوگیا ہی، مجھے امید کہ فاضل مصنف کی تصنیفات مین ان کے قلم کی یہ سرسری تحریرین، سب سے زیادہ دیرپا، سب سے زیادہ سودمند اور سب سے زیادہ مقبول ہونگی،

مسئلہ حجاز مین موصوف کے سیاسی مسلک سے ہر چند ہمکو پورا اتفاق نہ ہو تاہم اس سے انکار نہین ہو سکتا، کہ انھون نے یہ صفحات لکھکر ہماری زبان، ادب، تاریخ، جغرافیہ، فقہ اور تصوف سب پر احسان کیا ہے، اور ظاہر و باطن، لفظ و معنی اور روح و جسم کے مختلف مناظر و مظاہر کا ایک ایسا دلکش نظارہ گاہ تیار کیا ہی، کہ ہر خیال و ذوق کا آدمی اپنے اپنے خیال و ذوق کے مطابق اس سے بہرہ ور ہو سکتا ہی،

"س"

جامِ صہبائی

مصنفہ جناب عبد السمیع صاحب پال اثر صہبائی بی اے (آنرز)

پتہ:- شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور لکھائی چھپائی عمدہ چھوٹی تقطیع قیمت ۸؍

اردو شاعری نے اگرچہ تمام اصنافِ سخن مین معتدبہ ترقی کی لیکن ایک صنف شاعری یعنی رباعی کو کسی نے خاص اپنا موضوع نہین بنایا، فارسی زبان مین صوفیہ و حکما کے شاعرانہ خیالات کا مظہر صرف رباعی تھی، بالخصوص سلطان ابو سعید و خیام و سحابی نے تو اس صنف کو خاص اپنا موضوع بنا لیا،

اردو زبان کے شعرا مین مرثیہ گویون نے بے شبہہ بہت سی رباعیان لکھین لیکن یہ انکا خاص فن نہ تھا، بلکہ اس سے وہ مرثیہ پڑھنے کی تمہید کا کام لیا کرتے تھے، لیکن اب موجودہ دور کے شعرا مین جناب امجد حیدر آبادی اور جناب عبد السمیع پال اثرؔ صہبائی نے اس کمی کی طرف توجہ کی ہی، اور وقتاً فوقتاً وہ حکیمانہ رباعیان تصنیف فرماتے رہتے ہین، اور حقیقت یہ ہے کہ اس دور مین اردو مین ان دونون صاحبون نے اس صنفِ سخن مین غیر معمولی کامیابی حاصل کی ہی جس سے ہماری زبان مین ایک بڑی کمی پوری ہوئی ہی، جناب اثرؔ نے اب اپنے قطعات و رباعیات کا ایک چھوٹا سا مجموعہ جامِ صہبائی کے نام سے شائع کیا ہی،

معلوم ہوتا ہی کہ خاص اس صنف کی طرف انکی توجہ رباعیاتِ خیام نے مبذول کرائی ہی، چنانچہ شروع ہی مین خیام کی شان مین چند عقیدت مندانہ اشعار لکھے ہین، اور ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رباعیان خیام ہی کے رنگ مین لکھی گئی ہین، ان رباعیات کے مضامین پر ڈاکٹر اقبال کی مثنوی اسرار خودی اور پیام مشرق کا اثر بھی پڑا ہی، اور بھی بہت سے لوگون نے ان کی لفظی و معنوی خوبیون پر اثر ڈالا ہی، اور ان اثرات سے یہ تمام رباعیان رندانہ، صوفیانہ، حکیمانہ غرض مختلف خیالات کا مجموعہ بنگئی ہین، چنانچہ ذیل کی رباعیون سے اسکا اندازہ ہوگا،

ہر چند ہے شغلِ مے و مینا اچھا
چھپ چھپ کے ہر پینے سے نہ پینا اچھا
بیبا کی روح سے ہی ہستی ہستی،
مر مر کے تو جینے سے نہ جینا اچھا

ظاہر کی نظر نے تجھے پنہان پایا
باطن کی نظر نے تجھے عریان پایا
تھی عقل بھی جویا ترے جلوے کی مگر
کمبخت کو سرگشتہ و حیران پایا

دنیا کی نظر مین کیون معما ہون مین — کیون دہر کی محفلون مین تنہا ہون مین
کیون اہلِ فلک سے ہے محبت مجھکو — کس عرش کا ٹوٹا ہوا تارا ہون مین

اکثر رباعیون مین سرمستی کے خیالات پائے جاتے ہین، جو نہایت کیف و مستی کے ساتھ شگفتہ الفاظ مین ظاہر کئے گئے ہین، قطعات کے لئے اگرچہ رباعیون کی طرح صرف چار مصرعون کی تحدید نہین ہے، تاہم اس مجموعہ کے قطعات بھی صرف دو شعرون کے ہین، اس لئے درحقیقت وہ بھی رباعی ہی ہین، گو رباعی کی مخصوص بحر مین نہین کہے گئے ہین،

ان قطعات و رباعیات مین رندی و سرمستی کے خیالات کے علاوہ اور بھی بہت سے مضامین عالیہ ادا کئے گئے ہین جنمین ہم چند کو اس موقع پر نقل کرتے ہین، مثلاً یہ خیال کہ انسان اگرچہ دنیا کی جدوجہد مین سخت تکلیفین اٹھاتا ہی، اور بالآخر فنا ہو جاتا ہی، تاہم دنیا کی رونق انسان ہی سے قایم ہی، اس رباعی مین نہایت خوبی سے ادا کیا گیا ہی،

گو ہستی آتشین ہے فانی میری — ہے بزمِ جہان مین ضوفشانی میری
خود جلنا مگر جہان کو روشن کرنا — مانندِ شرر ہے زندگانی میری

یہ خیال کہ دنیوی آسائشین اور مسرتین بھی موجبِ زحمت ہین، یا کم از کم زحمت سے حاصل ہوتی ہین، اس رباعی مین اس طرح ظاہر کیا گیا ہی،

کہتے ہین کہ ہے دامنِ گلشن ہستی — گلہاے بہار کا ہے خرمن ہستی
آتش کو سمجھ رہے ہین ہم رنگِ بہار — یعنی ہے، خسِ شعلہ بدامن ہستی

مسئلۂ تقدیر کو کس شاعرانہ بلند آہنگی کے ساتھ حل کیا ہی،

کیا رنگِ بہار تیری تدبیر سے ہے، — کیا بادِ سموم تیری تقصیر سے ہے
اندیشۂ انجام مین کیون گھلتا ہی؟ — تقدیر سے ہے، تمام تقدیر سے ہے،

تنازع للبقاء کے مسئلہ کو کس خوبی سے ادا کیا ہی:-

ہنگامۂ رزمِ زندگانی ہے مجھے — پیکارِ حیات، شادمانی ہے مجھے،
وہ ذوقِ ستیز ہے کہ ہر ایک شکست — دیباچۂ فتح و کامرانی ہے مجھے

یہ مسئلہ کہ انسان کو کچھ معلوم نہین کس سادگی اور بے بسی کے ساتھ ظاہر کیا ہی،

جب وادیِ کہکشان مین کھو جاتا ہون — دنیاے طرب مین جذب ہو جاتا ہون
کھلتا نہین کچھ بھی راز جب سوچ کے بعد — تھک جاتا ہون اور تھک کے سو جاتا ہون

مسئلۂ تسلیم و رضا کی حقیقت اس طرح ظاہر کی ہی،

تقدیر سے درسِ خامشی لیتا ہون — ہو جاتا ہون چپ، لبون کو سی لیتا ہون
زہرِ غمِ زندگی ہو یا جامِ نشاط — جو کچھ بھی ملے خوشی سے پی لیتا ہون

اسی مسئلہ کو اس رباعی مین اور بھی زیادہ دلآویزی و بیساختگی سے ظاہر کیا ہی،

سرشارِ طرب نہین ہی محسود مرا — تختِ جم و کے نہین ہی مقصود مرا
وہ دل کہ گزار دے خوشی سے غم کو — معبود مرا وہی ہے معبود مرا

کسی اعلیٰ مقصد کے لئے مصائب سہنے اور اس پر عزم و استقلال کے ساتھ قائم رہنے کی دعوت کس پرجوش طریقے سے دی ہی:-

یا سوے فلک جرأتِ پرواز نہ کر — یا شکوۂ جورِ چرخِ کجباز نہ کر
یا دعوے عاشقی کو باطل ٹھہرا — یا بارشِ سنگ پر بھی آواز نہ کر

حسنِ معانی کیساتھ ان رباعیات و قطعات مین حسنِ الفاظ اور حسنِ ترکیب کا بھی بڑا ذخیرہ ملتا ہی، مثلاً:-

ہاے کیا شے ہے بادۂ گلریز — روح سرمست، چشم بینا تیز
مے ہر اک درد کی دوا ہے اثر — غم ربا، جانفزا، نشاط انگیز

ع"

مطبوعات جدیدہ

انتخاب مثنویات میر، از آنریبل جسٹس ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم اے ایل ایل ڈی بیرسٹرایٹ لا جج ہائیکورٹ الہ آباد، مطبوعہ نظامی پریس بدایون، ضخامت مع مقدمہ ۱۶۸ صفحے، لکھائی چھپائی کاغذ متوسط، قیمت عہ،

شعرائے اردو مین میر تقی میر، غزل کی طرح مثنوی کے بھی استاد تسلیم کئے گئے ہین، لیکن ان مثنویون مین جابجا فحش مضامین اور فحش الفاظ پائے جاتے ہین، اور بعض قصے ایسے بھی نظم کئے گئے ہین، جنکو موجودہ تہذیب یافتہ لوگ قابلِ اعتراض سمجھتے ہین، اس کے ساتھ میر کے کلام مین رطب دیابس ہر قسم کے اشعار پائے جاتے ہین، اس بنا پر جسٹس ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم اے نے انکی تمام مثنویات کا ایک انتخاب شایع کیا ہی، اور اسمین یہ لحاظ رکھا ہی کہ فحش اشعار اور فحش قصے اور پست اشعار چھوڑ دیئے جائین اور اس کے ساتھ قصے کی صورت بھی نہ بدلنے پائے، اس اصول کے مطابق اگرچہ دو یا تین مثنویون کے سوا اور مثنویات کے پورے قصے پیش نہ کئے جاسکے، تاہم بہرحال مثنویات میر کا ایک بہترین انتخاب موجودہ زمانہ کے مذاق کے مطابق تیار ہوگیا ہی،

ڈاکٹر سر سلیمان نے اس انتخاب کے ساتھ ۴۰ صفحات کا ایک مقدمہ بھی لکھا ہی جسمین میر کے حالات، اخلاق و عادات اور کلام پر تبصرہ ہی، اور سودا کے ساتھ انکا موازنہ کیا گیا ہی، ذاتبک میر کے متعلق جو کچھ لکھا جاچکا تھا سب کو یکجا کردیا ہی، اور جابجا ان پر تنقید کی ہی، اور دوسرے مصنفین سے بجا اختلاف بھی کیا ہی، اشعار کے بعض مشکل لفظون اور پیچیدگیون کو حاشیہ مین حل بھی کیا ہی، ڈاکٹر سر سلیمان کی ان تمام مصروفیتون کو دیکھتے ہوئے اونکی

کبھی کبھی کی یہ علمی و ادبی مصروفیت بیحد مبارکباد کے لایق ہی،

اسلامی روایات، مولفہ محمد حفیظ اللہ صاحب پھلواروی، پتہ مصنف سے پھلواری ضلع پٹنہ لکھائی چھپائی کاغذ متوسط، چھوٹی تقطیع، ضخامت ۸۰ صفحے قیمت غیر مجلد ۸/ مجلد ۱۱/

اس رسالہ مین مختلف اخلاقی عنوانات مثلاً مہمان نوازی، خاکساری، دیانتداری اور ہمدردی وغیرہ کے متعلق نظم و نثر مین رسول اللہ صلعم، خلفائے راشدین اور سلاطینِ اسلام کے واقعات درج کئے گئے ہین، تاکہ وہ بچون کو پڑھائے جائین، اور ان پر انکا اخلاقی اثر پڑے، عبارت صاف، سادہ اور روان، اور بچون کی سمجھ مین آنے کے قابل ہی، رسالہ بچون کے لئے مفید ہی،

فہرست اردو مخطوطات، مرتبہ عبدالقادر سروری ایم اے ایل ایل بی، مطبوعہ دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن، ضخامت ۴۴۳ صفحے، لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ قیمت درج نہین،

اس کتاب مین کتبخانہ کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے اردو مخطوطات یعنی اردو کی قلمی کتابون کی فہرست درج کی گئی ہی، مثلاً پہلے مختلف عنوانات مثلاً علوم قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ قایم کئے گئے ہین، پھر ان عنوانات کے نیچے ان تمام قلمی کتابون کے نام لکھے گئے ہین، جو اردو زبان مین نظم و نثر مین تصنیف ہوئین، لیکن صرف کتاب اور مصنف کے نام ہی پر اکتفا نہین کیا گیا ہی، بلکہ مصنف کے حالات اُسکی تصنیفات کی فہرست، کتاب کی خصوصیات بھی نمایان کی گئی ہین، اور اصل کتاب کا نمونہ بھی دیا گیا ہی، جو لوگ اردو ادبیات یعنی اردو زبان کی نظم و نثر کی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہین، ان کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہی، اور گویا یہ کہنا چاہئے، کہ اردو قلمی کتابون کی یہ پہلی علمی فہرست ہمارے ملک مین شایع ہوئی ہی،

زہرِ عشق، مرتبہ مجنون گورکھپوری، ضخامت ۱۶۳ صفحات، لکھائی چھپائی عمدہ تقطیع چھوٹی، قیمت عہ/ پتہ:- ایوان اشاعت گورکھپور،

نواب مرزا شوق کی مثنویون مین سب سے زیادہ مقبول مثنوی زہرِ عشق ہی، اگرچہ اکثر نقاد اخلاقی

حیثیت سے اسکا پایہ گرا ہوا سمجھتے ہین، تاہم زبان، محاورہ اور سلاست و روانی کے لحاظ سے وہ ایک بے مثل مثنوی تسلیم کی گئی ہے، اور اس حیثیت سے بیحد مقبول ہے، اس کے معمولی نسخے اگرچہ بازارون مین مل سکتے ہین لیکن اب جناب مجنون گورکھپوری نے اپنے ایوانِ اشاعت کی طرف سے اسکا ایک نہایت عمدہ اڈیشن شایع کیا ہے، ابتدا مین ۱۶ صفحات کا ایک مقدمہ ہے جسمین خود جناب مرتب اور مولانا عبد الماجد دریابادی اور جناب نیاز فتحپوری کی تحریرین شامل ہین، اور ان مین مثنوی کی تمام خصوصیات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے، اس کے بعد سے اخیر صفحہ تک مثنوی ہے، جس کے اخیر مین ایک تصویر بھی دیگئی ہے، جو لوگ شاعری مین لطفِ زبان کے دلدادہ ہین، ان کے لئے اس مثنوی کا مطالعہ ذوق سے خالی نہین،

سرگذشت وزیر خان لنکران، مترجمہ مولانا عبد القوی صاحب فانی ایم اے پروفیسر فارسی لکھنؤ یونیورسٹی، مطبوعہ آسی پریس لکھنؤ، لکھائی چھپائی متوسط، ضخامت ۸۰ صفحات۔

یہ ایک جدید فارسی ڈرامہ کا ترجمہ ہے، جس کو مولوی عبد القوی صاحب فانی نے اس غرض سے کیا ہے کہ اس وقت ایران مین جو جدید فارسی زبان بولی جاتی ہے، لوگون کو اس سے واقفیت حاصل ہو، اور اس غرض سے یہ ڈرامہ لکھنؤ یونیورسٹی کے نصابِ فارسی مین داخل کر لیا گیا ہے، مترجم نے اصل ڈرامہ کی عبارت کے سامنے اسکا بامحاورہ اردو ترجمہ کیا ہے، اور ابتدا مین مختلف قومون اور ملکون کے ڈرامون کے متعلق ایک مفصل مقدمہ لکھا ہے، جس مین ڈرامہ کی تاریخ اور اس کے مقاصد واضح کئے ہین، اور اخیر مین جدید الفاظ و محاورات کی ایک فرہنگ بھی شامل کی ہے جو لوگ جدید فارسی زبان سے واقف ہونا چاہتے ہین، ان کے لئے یہ ڈرامہ نہایت مفید ہے،

"ع"